دکن لا رپورٹ

جلد (۱۹) حصہ اوّل بابتہ سنہ ۱۳۳۸ف

ایڈیٹوریل نوٹس

ایڈیٹوریل بورڈ

پنڈت کیشو راؤ صاحب وکیل ہائیکورٹ

پنڈت ونایک راؤ صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی (لندن) بیرسٹرایٹ لا

پنڈت گوپال راؤ صاحب وکیل ہائیکورٹ

مولوی حافظ عبدالعلیم صاحب وکیل ہائیکورٹ

پنڈت سری نواس راؤ صاحب شرما بی۔ اے۔ بیرسٹرایٹ لا

رپورٹر

پنڈت راما چاری صاحب وکیل ہائیکورٹ

باہتمام

سری نواس راؤ شرما بی۔ اے بیرسٹرایٹ لا

مطبوعہ مطبع دکن لا رپورٹ چام باغ حیدرآباد دکن

دکن لارپورٹ

فہرست سالانہ حصۂ ایڈیٹوریل نوٹس جلد (۱۹) بابتہ ۱۳۳۸ف

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	عکسی تصویر برائے رجسٹری دستاویزات	پنڈت جگناتھ راؤ صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی منصف تعلقہ کلم۔	۱
۲	ضرورت قیام انجمن بغرض تحقیقات و اصلاح مسائل و معلوم شاستر ہنود۔	از (ج)	۷
۳	جوڈیشل کمیٹی کی ترمیم و اصلاح۔	پنڈت ونایک راؤ صاحب ودیالنکار ایل۔ ایل۔ بی بیرسٹرایٹ لا۔	۱۰
۴	خطبہ استقبالیہ کانفرنس وکلاء گلبرگہ شریف	پنڈت نارائن راؤ صاحب بلہ مگی وکیل ہائیکورٹ گلبرگہ۔	۲۴
۵	خطبہ صدارت " " "	مولوی سید محمد عسکری حسن صاحب ایم اے (آکسن) بیرسٹرایٹ و رکن مجلس وضع قوانین سرکار عالی۔	۳۱
۶	فیصلہ ثالثی بالا توسط عدالت بدوران مقدمہ	پنڈت لکشمن راؤ صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی وکیل۔	۶۳

۷	تفتیش کوتوالی	مولوی محمد علی الدین صاحب انصاری الندی وکیل گلبرگہ۔	۷۱
۸	نقشہ اقسام جائداد متعلق صیغہ عطیات مع مختصر حالات۔	مولوی احمد شریف صاحب وکیل بلدہ۔	۷۵

دکن لا رپورٹ

جلد نوزدہم حصۂ ایڈیٹوریل نوٹس بابتہ ۱۳۳۸ فصلی

”عکسی تصویر برائے رجسٹری دستاویزات“

(از پنڈت جگناتھ راو صاحب بی۔اے۔ایل ایل بی منصف تعلقہ گلم)

سنہ ۱۲۹۸ف کے قبل ممالک محروسہ سرکار عالی میں کوئی قانون رجسٹری نافذ نہ تھا اس لئے دستاویزات کی تصدیق و رجسٹری کا کوئی معین طریقہ نہ تھا۔ دستور العمل و مختلف احکام کے تحت قبالہ جات و دستاویزات کی تصدیق بلدہ و بیرون بلدہ کی حد تک محدود تھی۔ سنہ ۱۲۹۸ف میں ملک سرکار عالی میں قانون رجسٹری کا نفاذ ہوا اور موجودہ قانون رجسٹری یکم اسفندار سنہ ۱۳۲۸ف سے نافذ ہے جو ایکٹ نمبر ۱۶ سنہ ۱۹۰۸ع قانون رجسٹری ہند کے قریب قریب ہم مضمون ہے موجودہ قانون رجسٹری سے رجسٹری دستاویزات کا طریقہ معین کیا گیا ہے مگر وہ طریقہ قابل اصلاح معلوم ہوتا ہے۔

اصل غرض و غایت قانون رجسٹری کی یہ ہے کہ دستاویزات استحقاق کی بخوبی حفاظت ہو اور بصورت گم و تلف ہونے کے استحقاق ثابت کیا جا سکے واقفیت اس امر کی ہو اس

ایڈیٹوریل نوٹس نمبر ا

جائداد پہلے منتقل تو نہیں ہوئی ہے۔ معاملات کی شہرت ہو جائے اور فریب نہ ہونے پائے نیز جعلی دستاویزات کی روک تھام ہو جائے۔ ان مقاصد کی انجام دہی میں دستاویزات جو اہل معاملہ کی جانب سے بغرض تصدیق و رجسٹری پیش و قبول کی جاتی ہیں انکی تصدیق ایک ذمہ دار عہدہ دار سرکاری بعد کافی شناخت و اطمینان کے کرتا ہے ایسی تصدیق شدہ دستاویز کی نقل دفتر رجسٹری میں دواماً محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ دستاویزات جو بغرض رجسٹری پیش ہوتی ہیں وہ یا تو قلمی تحریر شدہ یا ٹائپ شدہ یا مطبوعہ مضامین کی ہوتی ہیں جن کے تحت متعاقدین وگواہان کی دستخطیں نقوش ابہام یا مہریں ثبت رہتی ہیں۔ بسا اوقات ایسی دستاویزات پھیکی و خراب روشنائی سے تحریر کی جاتی ہیں جو دیرپا نہیں ہوتی ہے۔ موجودہ طریقہ نقل دستاویزات و اندراجات سے مقررہ مجلد بہی میں ایک کاپی روشنائی سے تحریر کیجاتی ہے مگر عملی طور پر ان بہی جات کا نہ کاغذ دیرپا ہوتا ہے نہ روشنائی علاوہ ازیں ان بہی جات کی حفاظت آتشزدگی طغیانی وغیرہ غیر معمولی و غیر طبعی حادثات سے موجودہ طریقہ سے بخوبی نہیں ہو سکتی ہے۔ بعض وقت ایسے بہی جات جن میں دستاویزات کی نقل درج رہتی ہے امتداد زمانہ و آب وہوا کی موسمی تبدیلیوں کے باعث بالکل خراب و کرم خوردہ ہو جاتی ہیں محرران و نقل نویساں جن کے ذمہ بہی جات میں اندراجات دستاویزات کا کام تفویض رہتا ہے اصل دستخطوں و نقوش ابہام و مہروں کی نقل صحیح طور پر نہیں کر سکتے ہیں اور اگر دستاویز کسی غیر زبان میں ہو تو اس کی نقل بھی صحیح طور پر نہیں ہوتی ہے اس کے ترجمہ پر اعتماد کرنے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ اسی طرح دستاویزات کے منسلکہ نقشہ جات و پلانس (plans) و تجارتی نشانات وغیرہ کے صحیح طور پر مثل اصل کے بہی جات میں اندراجات نہیں ہوتے ہیں اصل دستاویز میں محکوک و مشکوک ہوں یا بین السطور کوئی تحریر درج ہو یا جزوی صحت دستاویزات میں کی گئی ہو تو ان کی نسبت صحیح طور پر بہی جات میں پتہ نہیں چلتا ہے گو موجودہ طریقہ سے اس کی نوٹ دفتر رجسٹری میں بعد تصدیق دستاویزات کے ظہر پر کی جاتی ہے ایسی جزوی درستی و محکوک و مشکوک جز جو دستاویزات میں پائے جائیں زیادہ اہمیت رکھتی ہیں جبکہ آئندہ کسی وقت ان کی جوازیت و اصلیت وغیرہ معرض بحث میں آجائے۔ ماسوا ان نقائص کے محرران و ناقلوں کی

غفلت و لاپرواہی کے باعث بعض وقت بہی جات میں اندراجات و دستاویزات کی نقل کرتے وقت الفاظ و جملے و کبھی کبھی فقرہ جات کا متروک ہونا فطرت انسانی سے بعید و ناممکنات سے نہیں ہے۔ ان نقائص کی وجہ سے حقوق کی حفاظت پوری طرح نہیں ہوتی ہے فریبی و جعلی دستاویزات و فرضی ابہام و عبارت میں کم و بیش کرنے کے لئے ایک چالاک شخص کے لئے بہت کچھ گنجائش و وسعت موجودہ طریقہ میں ہے۔ اصل دستاویز گم یا تلف ہو تو اس کو ثابت کرنے میں اہل معاملہ کو بہت دشواری لاحق ہوتی ہے اہل معاملات کے حقوق کی حفاظت کے مدنظر موجودہ طریقہ رجسٹری دستاویزات کے نقائص و دقتیں دور ہونا نہایت ضروری ہے

جدید طریقہ نقل دستاویزات ایسا ہونا چاہئے جس کی وجہ سے:-

اولاً- بالکلیہ صحیح طور پر اندراجات ہونی چاہئے۔

ثانیاً- جلد زبانیں- مہریں- و دستخطیں و نقوش ابہام وغیرہ مثل اصل کے نقل ہوسکتے ہوں۔

ثالثاً- نقل دیرپا و دواماً قائم رہ سکے اور وہ آتش- طغیانی و دیگر مماثل حادثات سے محفوظ رہے۔

اور رابعاً وہ کم خرچ ہو۔

موجودہ طریقہ رجسٹری دستاویزات کے نقائص و خامیاں متذکرۂ بالا کو دور کرنے کی جانب حکومت بمبئی کی توجہ معطوف ہوئی اور اب علاقہ بمبئی میں مسٹر اے۔ ڈبلیو۔ آڑی کا ایجاد کردہ طریقہ جو فلم اینڈ سلفائیڈ پرنٹ پروسس (Film and sulphide print process) کے نام سے موسوم ہے اختیار کیا گیا ہے۔ جدید طریقہ میں اصول متذکرۂ بالا کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اس جدید طریقہ رجسٹری دستاویزات سے دستاویزات رجسٹری شدہ کی نقول دواماً اصلی حالت میں کس طرح محفوظ رکھی جاسکتی ہیں یہ واضح طور پر دکھانا اس مضمون کا مقصد ہے۔

جدید طریقہ میں عکسی تصویر لینے اور دیگر ضروری فنی کام کے لئے آلات کا استعمال ہونے سے نہایت تیزی کے ساتھ دستاویزات کی تصاویر لیجاسکتی ہیں اور دستی نقل

دستاویز تحریر کرنے میں جو صرفہ اہل معاملہ کو برداشت کرنا پڑتا ہے اُس کے نصف صرفہ میں عکسی تصاویر لئے جاسکتے ہیں۔ معمولی طریقہ سے جب کوئی دستاویز کسی دفتر رجسٹری میں بغرض رجسٹری پیش و قبول ہو جائے تو سب رجسٹرار اسکی تصدیق کرتا ہے اور من بعد دستاویز کی نقل محرروں کے ذریعہ مجلد بہی میں کرلی جاتی ہے اور بعد مقابلہ اصل دستاویز اہل معاملہ کو واپس دیجاتی ہے۔ جدید طریقہ میں اچھی سیاہ روشنائی و صاف ستھرے اسٹامپ (اگر اسٹامپ کے استعمال کا رواج ہو) تحریر دستاویزات و تصدیق دستاویزات میں مستعمل ہونا اور اسی طرح ابہام نقوش دستاویزات پر صاف طور پر اچھی طرح لینا اہم و ضروری امر ہے۔ دفتر رجسٹری میں ہر ایک دستاویز کی تصدیق ہونے کے بعد ہر ایک صفحہ دستاویز پر ہر دو جانب بغرض شناخت مہر لگائی جاتی ہے۔ دفتر سب رجسٹرار سے جملہ دستاویزات کی روزانہ فہرست مرتب کر کے اگر کسی دستاویز کی زائد کاپیاں اہل معاملہ کو یا بغرض روانگی دیگر ضلع بطور ضمیمہ مطلوب ہوں تو اس کی صراحت کی جاتی ہے اور اصل دستاویزات تصدیق شدہ معہ فہرست جنپر سلسلہ وار نمبر درج رہتا ہے مرکزی کارخانہ میں بھیجدیجاتی ہیں۔ دستاویزات معہ فہرست مرکزی کارخانہ میں وصول ہونے کے بعد اولاً ان کے نگیٹیوز (Negatives) لئے جاتے ہیں۔ کیامرے کے سامنے دستاویزات کو ایک معین حالت میں لاکر کھٹکا دباتے ہی دستاویزات کا عکس نگیٹیو پر پڑتا ہے ہر ایک دستاویز کے ہر صفحہ کے رو و پشت کے الگ الگ عکس لئے جاتے ہیں معمولی طور پر اس طرح ایک گھنٹہ میں چارسو نگیٹیوز لئے جاتے ہیں مناسب تدابیر اختیار کرنے پر ہر ایک گھنٹہ میں ایک ہزار نگیٹیوز لینا ممکن ہونا ظاہر کیا جاتا ہے یہ نگیٹیوز لمبی پٹی کی شکل میں بنائے جاتے ہیں ہر ایک ایسی پٹی پر نام دفتر و نمبر رجسٹری درج رہتا ہے خاص طور پر احتیاط برتی جاتی ہے کہ یہ نگیٹیوز اعلیٰ درجہ کے تیار ہوں ایسے نگیٹیوز اچھی طرح ڈیولپ (Develope) کرنے کے بعد الیومنیم ٹکیس میں محفوظ کر کے دھات کے صندوق میں لیبل و نمبر انڈکس سسٹم کے لحاظ سے بعد ترتیب رکھ دئے جاتے ہیں نگیٹیو فلمز سے عکسی تصاویر دستاویزات کی خاص قسم کے تیار کردہ کاغذ پر برقی قوت و آلات کے ذریعہ اُسی قدر تیزی کے ساتھ طبع کر لئے جاتے ہیں جسقدر تیزی کے ساتھ ان کے نگیٹیوز لئے جاتے ہیں ایسی تصاویر بھی فنی

طریقہ سے دھو کر سکھائے جاتے ہیں۔ دستاویزات کے اس طرح تیار کردہ عکسی تصاویر ہمیشہ اسی حالت میں رہ سکتے ہیں۔ البتہ تیسرے مرحلے میں یعنے عکسی تصاویر کو دھونے یا سکھانے کے لئے کچھ وقت دیر لگتی ہے۔ من بعد اصل دستاویزات بالراست اہل معاملہ کو بذریعہ ٹپہ یا دفتر متعلقہ پر روانہ کئے جاتے ہیں اور عکسی تصاویر دستاویزات کے دفتر متعلقہ کو معہ فہرست روانہ کی جاتی ہیں نگیٹیو ہر ایک صفحہ دستاویز کا ایک ٹکٹ ٹپہ کے مساوی سائز کا ہوتا ہے مگر اس کا عکس جو کاغذ پر طبع ہوتا ہے وہ اس سے ۲۵ گنا بڑا یعنے سرکار عظمت مدار کے پانچ روپیہ کے جدید نوٹ (سکہ قرطاس) کے مساوی طول عرض کا ہوتا ہے۔ اگر کوئی دستاویز چھ ورقی ہو تو اس کے ہر ایک صفحہ کی رد پشت کے الگ الگ (۱۲) عکسی تصاویر ہونگے جن پر نمبر ڈالا ہوا اور نام دفتر رجسٹری میں درج رہتا ہے نیز شناخت ہر ہر صفحہ پر طبع ہوتی ہے جس سے دستاویزات کے عکسی تصاویر کی جو آمدی میں سہولت ہوتی ہے اور غلط ملط ہونے کا احتمال نہیں رہتا ہے۔

مرکزی کارخانہ میں نگیٹیو فلمز دوامًا محفوظ رکھنے سے آئندہ جب کبھی کسی دستاویز کی نقل اہل معاملہ کو حاصل کرنا مقصود ہو تو اس کا نمبر و نام دفتر و تاریخ معلوم کرانے پر اس کی نگیٹیو فلم برآمد کرکے اُس کی عکسی تصاویر پانچ روپیہ کے نوٹ کے مقررہ سائز میں یا اس سے بھی بڑے پیمانہ میں حسب خواہش تیار کرکے دیجاسکتی ہیں اگر اتفاق سے کسی دفتر رجسٹری میں یعنے عکسی تصاویر دستاویزات طغیانی آتشزدگی یا اسی قسم کے حادثہ سے تلف ہو جائیں تو اس دفتر کے نگیٹیو فلمز برآمد کرکے دستاویزات کے عکسی تصاویر مکرر طبع کرکے روانہ کئے جاسکتے ہیں اگر مرکزی کارخانہ میں غیر معمولی و غیر طبعی حادثات سے نگیٹیو فلمز ہی تلف ہو جائیں گو ایسا ہونا قرین قیاس نہیں ہے تب بھی دستاویزات کے عکسی تصاویر جو دفاتر رجسٹری میں موجود ہوں اُن سے مکرر بالکلیہ کم صرفہ میں یعنے فی صفحہ ۱ر صرفہ سے نگیٹیو فلمز تیار کرلئے جاسکتے ہیں اور عکسی تصاویر طبع کرلئے جاسکتے ہیں۔ اس وقت ہر ایک صفحہ دستاویز کے عکسی تصاویر کے لئے صرف ۲ر اجرت لیجاتی ہے یعنے وہ تخمیناً فی صد الفاظ کوار ہوتی ہے۔ ملک سرکار عالی میں اجرت نقل پہلے سو الفاظ

کے لئے (دس) اور دس بعد ہر سو یا اس کے جزو پر بہ اجرت نقل لیجاتی ہے۔ اس جدید طریقہ سے جعل کرنے یا الفاظ متروک ہونے یا مضمون میں کم و بیشی کرنے کے لئے کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی ہے۔ مرکزی کارخانہ میں دستاویزات کے نگیٹیوز لیتے وقت بجائے اصل صفحہ کے فرضی صفحہ شامل کر کے عکس لینے کا امکان ظاہر کیا جائیگا مگر اس قسم کے ناجائز حرکت کا موقع فلم آپریٹر کو نہیں مل سکتا کیونکہ نہایت تیزی کے ساتھ عکس لئے جاتے ہیں یہ ایک سکنڈ سے بھی کم وقت میں ایک صفحہ کا عکس لیا جاتا ہے اور اسی تیزی کے ساتھ وہ کاغذ پر طبع ہوتا ہے ایک مرتبہ کیامرے کا کھٹکا دبا دیا جائے تو نگیٹیو فلم پر پھیر ردوبدل کرنا محال ہوتا ہے جبکہ عدالت میں کسی دستاویز کی اصلیت معرض بحث میں ہو تو اس دستاویز کے نگیٹو فلم طلب کر کے یا اس سے بڑی سائز میں عکسی تصاویر حاصل کر کے اصل دستاویز کے بخوبی ثابت کرنے میں بڑی سہولت اور آسانی پیدا ہوتی ہے۔

اس جدید طریقہ رجسٹری دستاویزات ذریعہ عکسی تصاویر سے عوام و اہل معاملہ کو بہت فائدہ ہے اور جملہ نقائص بخوبی دور ہو سکتے ہیں جعل و فریب کا کم احتمال رہتا ہے اور حقوق کی حفاظت اچھی طرح ہو سکتی ہے عکسی تصاویر کے طبع کرنے میں خاص قسم کی ادویات و مرکبات کا جو مسٹر آرگی کی ایجاد کردہ ہونا بیان کیا جاتا ہے استعمال کیا جاتا ہے جس کے باعث ایسے تصاویر امتداد زمانہ و موسمی تبدیلیوں سے خراب یا پھیکے نہیں ہونے پاتے۔

ہماری فیاض حکومت جو اپنی عزیز رعایا کی فلاح و بہبودی کے مدنظر ہر سررشتہ میں روز افزوں اصلاح و ترقی کر رہی ہے اگر یہ توقع کی جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ جدید طریقہ رجسٹری دستاویزات بذریعہ عکسی تصاویر مماثل بمبئی پریسیڈنسی کے ملک سرکار عالی میں بھی قریب زمانہ مستقبل میں نافذ فرمائیگی۔

نوٹ۔ یہ مضمون انسپکٹر جنرل آف رجسٹریشن بمبئی پریسیڈنسی کے شائع کردہ نوٹ پر مبنی ہے۔

ضرورت قیام انجمن بغرض تحقیقات و اصلاح مسائل دھرم شاستر ہنود

(از ج)

مغربی ممالک میں بادشاہ وقت کو قانون کا منبع تصور کیا جاتا ہے اور آسٹن کا قول ہے کہ "ساورن" نے جو احکام بغرض تعمیل رعایا بنائے ہوں وہ قانون ہے۔ لیکن دھرم شاستر ہنود اس معنی میں قانون نہیں ہے۔ کسی ہندو پادشاہ وقت نے اس امر کا ادعا ہرگز نہیں کیا کہ وہ قانون کا ماخذ ہے۔ بلکہ قانون کی پابندی مساوات کے ساتھ راعی و رعیت دونوں پر لازم تھی۔ ہندوؤں کا اعتقاد ہے کہ قانون کا اصلی منبع سرتی یا وید ہے جو اپورو شئے (अपौरुषेय) ہے یا جس کو کسی شخص نے نہیں بنایا ہے۔ منو سمرتی باب (۲) اشلوک ۶ میں تحریر ہے کہ چہار وید دھرم کی بنیادیں ہیں۔ سمرتی۔ سدا چار اور بزرگوں کے دلی خیالات کے تکمیل کو بھی بعض لوگ بنیادیں سمجھے ہیں اور باب ۲ اشلوک منو سمرتی میں صاف طور سے بتایا گیا ہے کہ وید۔ سمرتی۔ سدا چار اور بعض صورتوں میں جہاں اختلاف آرا ہو تو اپنے رجحان کے موافق عمل۔ دھرم شاستر کے اشکال میں ہیں۔ شرتی کا درجہ اعلیٰ ہے اور ضمنی طور پر سوتروں کا وجود بغرض وضاحت مسائل وید یا شرتی ظہور پذیر ہوا۔ سمرتی در اصل وید کی بنا پر تیار کئے ہوئے دھرم گرنتھ ہیں جن زمانہ قدیم کے وید وکت دھرم کی یادداشت سمرتی کے طور پر رشیوں نے مرتب فرمایا یا اُن کے چیلوں نے اُن کے اقوال کو کتب کے طور پر جمع کیا یاگنولک نے اپنے سمرتی کے باب اول سلوک ۴ و ۵ میں (۲۰) سمرتیوں کا حوالہ دیا ہے۔

شرتی و سمرتی میں اختلاف واقع ہو تو شرتی کو ترجیح دیجاتی ہے جہاں سمرتیوں میں اختلاف واقع ہو وہاں کوئی سمرتی لیجا سکتی ہے۔ کلپ سوتر اور سمرتی میں اختلاف واقع ہو تو کلپ سوتروں کو ترجیح دیجاتی ہے۔ آچار و دھرم شاستر میں اختلاف واقعہ ہو تو سمرتی کو لیا جانا چاہئے۔ سمرتی کو پُران پر ترجیح دیجانی چاہئے۔ یہ احکام شاستری ہیں۔ لیکن فی زمانہ آچار (رواج) کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ پُران وغیرہ آچار کے ماخذ تصور کئے گئے ہیں اور دھرم شاستر

کے اصلی کتب کے عوض اُن پر زیادہ انحصار کیا جاتا ہے۔

منجملہ متعدد سمرتیوں کے منو سمرتی ۔ یاگنولک سمرتی اور نارد سمرتی ان تین سمرتیوں کو بڑی اہمیت ہے ان سب میں فوقیت منو سمرتی کو حاصل ہے۔ اس کے بعد یاگنولک سمرتی کا درجہ ہے۔ خصوصاً متاکشرا کی شرح کی وجہ سے اُسکی اہمیت میں بیحد اضافہ ہوگیا ہے چونکہ عدالتوں میں متاکشرا کی بنا پر فیصلے صادر کئے جاتے ہیں اور ان احکام کی فوقیت کیوجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ منو رتھ مکتاولی اور متاکشرا کا ترجمہ ابتداء مین سرکاری طور پر کرایا گیا بمبئی مین دیوہار میوکھ کا ترجمہ تقریباً سنہ ۱۸۲۵ء مین کیا گیا۔ کلکتہ میں سدانند نے دتک میمانسہ و چندر کا ترجمہ کیا۔ ۱۸۶۳ء تک عدالتوں میں شاستری کا تقرر ہوا کرتا تھا من بعد مطبوعہ کتب کی اہمیت بڑھنے لگی۔ باوجود ان تمام کتب کے احکام شاستری یہ ہیں کہ جملہ سمرتیوں کو ایکجائی غور کرنے کے بعد ان کی تعبیر اس طرح کیجانی چاہیے کہ شرتی کے احکام کی خلاف ورزی نہ ہونے پائے۔ امتداد زمانہ کی وجہ سے مراسم و رواج میں نبیندھ کاروں نے وقتاً فوقتاً تبدیلیاں کی ہیں۔ نارائن بھٹ و کملاکر بھٹ کے شروح نہایت اہم ہیں۔ جب عدالتوں سے فیصلے صادر ہوتے ہیں تا وقتیکہ وہ منسوخ نہ ہوں انکو قانون کا درجہ حاصل ہوتا ہے اور اعلیٰ عدالتوں کے فیصلہ جات کی تعمیل عدالتہائے تحت پر لازمی ہے جہاں رواج بینہ خلاف احکام دہرم شاستر ہوں تو رواج بینہ کو ترجیح دیجاتی ہے۔

فقرہ جات بالا کے معائنہ سے واضح ہوگا کہ زمانہ قدیم میں دہرم شاستر کے اصلی احکام شرتی۔ سمرتی و آچار تھے اور جہاں امتداد زمانہ کی وجہ سے آچار میں تبدیلی واقعہ ہوتی تھی تو نبیندھ کار اپنے شروح کے ذریعہ شاستری مسائل میں ضروری ترمیم کردیتے تھے اس لحاظ سے احکام شاستری جو ناقابل تنسیخ تصور کئے جاتے تھے۔ رواجات کی بنا پر شارحین کے تعبیرات کے ذریعہ تبدیل کئے جاتے تھے۔ برطانیہ حکومت کے قیام کے بعد دہرم شاستر میں ایسی ترمیم ناممکن ہوگئی ہے اور نظائر کے وجہ سے دہرم شاستر کو ایک قسم کا ناقابل تغیر استحکام حاصل ہوا ہے ممالک محروسہ سرکار عالی میں بذریعہ گشتی عدالت العالیہ دیوانی ۵ بابتہ ۱۲۹۶ف اسر حکم صادر فرمایا گیا ہے کہ مقدمات ترکہ و وراثت۔ نکاح و طلاق۔ تبنیت و وصیت و ہبہ و حضانت

ولایت ، وپرورش ، نان ونفقہ میں اور نیز اُن حقوق وفرائض میں جو متعلق .... ہوں ، اگر فریقین ہنود ہیں تو شاستر کے بموجب حقوق کا فیصلہ ہونا چاہئے ۔ فیصلجات عدالتی کے ذریعہ شاستری احکام میں تبدیلیاں واقعہ ہوئی ہیں انکی وضاحت حکام عالیمقام نے بمقدمہ کلپاک رام کشٹیا بنام کلپاک شام راج من لچھمن ۔ دکن لا رپورٹ جلد ۱۷ ص ۱۳۱۵ کے صفحات ۳۴۵ و ۳۵۰ پر حسب ذیل فرمایا ہے ۔

"اصلی دھرم شاستر میں جو کہ متاکشرا ایسی شرح کا منبع ہے جو احکام تبنیت کے متعلق ہیں ۔ وہ صرف چند اصولی باتوں کی حیثیت سے بیان کئے گئے ہیں ۔ لیکن وہ چند اصولی باتیں سوسائٹی کے موجودہ پیچیدہ تعلقات ومعاملات ونزاعات کے لیئے ناکافی ہیں ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جوں جوں عدالت کے روبرو نئے نئے انسانی تعلقات کے معاملات پیش ہوئے اُسی طرح رفتہ رفتہ نظائر کی مدد سے چند ایسے اصول قائم ہونے لگے جن کی پابندی عدالتوں پر ایسی ہی ہونی چاہئے جیسی کہ خود دھرم شاستر کی کیونکہ اگر پابندی نہ کی جائے گی تو قانون کی حالت ایک ایسی غیر مطمئن ہوجائے گی جس کا اثر بنی نوع انسان کے حقوق کے تصفیہ کے لئے اچھا نہ ہوگا ۔ کسی شخص کو اطمینان سے یہ معلوم نہ ہوسکے گا کہ اُس کے قانونی حقوق کیا ہیں ۔ لہذا قطعی طے شدہ نظائر سے ایسے اُصولوں کا اخذ کرتے رہنا اور اُس پر پیروی کرتے رہنا لازمی ہے ۔ دھرم شاستر دلائل کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ ایک ڈھانچہ ہے ۔ قطعی طے شدہ نظائر کو سمجھنا چاہیئے کہ ایک جامہ ہے جو کہ ان اصولوں کو پہنایا گیا ہے

عدالتوں کا کام قانون موجودہ کی تعبیر کرنا ہے نہ کہ قانون سازی ۔ رفتار زمانہ کے ساتھ نئی حالت پیدا ہونے کا اندیشہ ہے جن کا وجود نہ نظائر میں ہوسکتا ہے نہ شروح مروجہ میں جو تک شارحین نے اپنے زمانہ کی حالات میں مناسب ترمیمات احکام شاستر میں کردئے ہیں جو امتداد و رفتار زمانہ کی وجہ سے غیر متعلق ہوگئے ہیں اب بحث یہ رہجاتی ہے کہ کیوں ایسے تغیرات کو رواج کا درجہ دیکر عدالتوں میں تسلیم نہ کیا جائے ۔ حکام عالیمقام جوڈیشل کمیٹی پریوی کونسل نے بمقدمہ کلکٹر آف مدورہ بنام رام لنگا ستوپتی (ویکلی رپورٹر جلد ۱۰ ص ۲۱) میں یہ طے فرمایا ہے ۔

"ججوں کا صرف یہ کام نہیں کہ اس بات کا فیصلہ کریں کہ ایسا کوئی نزاعی امر ابتدائی شاستری احکام کے لحاظ سے جائز تصور کیا جاسکتا ہے بلکہ اُن کو یہ طے کرنا چاہیئے کہ آیا اس امر کو اُس مکتب میں تسلیم کیا گیا ہے کہ نہیں جو اُس ضلع سے متعلق ہے جہاں نزاع پیدا ہوئی ہے اور نیز یہ کہ آیا بلحاظ رسم و رواج وہ امر جائز سمجھا جاسکتا ہے یا نہیں۔ کیونکہ دھرم شاستر کی رو سے رسم و رواج کو جب وہ پوری طور پر ثابت ہو شاستر کے احکام پر ترجیح دیجانی چاہیئے لیکن رواج کے قیام و اثبات کے لیے اُن کے قدیم معین ناقابل تغیر مسلسل و واجبی ثابت کرنا ضروری ہے اور یہ کام محض نظائر عدالتی کے ذریعہ طے پانا دشوار رہے گا"

موجودہ زمانہ کے حالات کے مدنظر آسان تر طریقہ یہ ہوگا کہ مجلس وضع قوانین سرکار عالی کے ذریعہ مناسب قانون نافذ کرایا جائے۔ ضابطہ مجلس وضع قوانین سرکار عالی نشان (۳) بابتہ ۱۳۰۹ف کے دفعہ ۵ ضمن الف میں محکوم ہے کہ "مسودہ جو مجلس وضع قوانین میں پیش ہو اُس کے ماخذ حسب ذیل ہونگے۔

شرع اسلام[1]۔ شاستر ہنود[2]۔ ہر فرقہ کا قانون[3] مختص[4]۔ رسم و رواج جو قانون کی وقعت رکھتے ہوں۔ سوائے ان کے برٹش انڈیا اور دیگر ملک کے قوانین سے بقدر ضرورت مدد لیجائیگی"۔ اس سے واضح ہوگا کہ سرکار عالی نے اپنی شاندار روایات کے بموجب اپنی رعایا ہنود و مسلمان کو ذریعہ گشتی نشان (۵) بابتہ ۱۲۹۶ف اپنے ذاتی معاملات مذہبی میں شرع شریف و شاستر کے بموجب عمل پیرا ہونیکی اجازت صادر فرمائی ہے۔ گو ممالک محروسہ سرکار عالی میں شرع شریف بطور (Common law) نافذ ہے۔ برایں ہمہ شرعی احکام متعلق شہادت و تعزیرات و معاہدات انتقال جائداد میں تبدیلی کی گئی اور رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ ایسے قوانین نافذ کئے گئے جو ہندو مسلمان دونوں پر مساوات کے ساتھ اثر پذیر ہیں۔ صرف انسداد "ستی" رسم کے لئے خاص دستور العمل نافذ فرمایا گیا ہے جو دراصل ہندوؤں تک موثر ہے۔ لیکن اس دستور العمل کے نفاذ کی ضرورت اس وجہ سے داعی ہوئی کہ طریقہ "ستی" سے Humanitarian intrest and principles کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور ہر متمدن حکومت کا فرض ہے کہ ایسے امور کا انسداد کرے۔

موجودہ حالت دھرم شاستر اور اُس کی اصلاح کے ذرائع پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے - اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ طریقہ کس نہج سے اختیار کیا جائے - انجمن اصلاح و تحقیقات احکام دھرم شاستر کے قیام سے اس مسئلہ کا تصفیہ بآسانی ہو سکتا ہے منو سمرتی باب ۱۲ شلوک ۱۰۵ تا ۱۱۴ قابل غور ہیں مختصراً ان کا مفہوم یہ ہے کہ معائنہ - استخراج - شاستر مبنی بر وید یہ تین ذرائع تصور کئے جاتے ہیں اور ان کا جاننا لازمی ہے - رشیوں کے فراہم کردہ معلومات و دیگر تنوں کا اوپدیش بذریعہ وید و میمانسہ کے تعبیر کرنیوالا دھرم گیانی کہلاتا ہے - جہاں مسائل شاستری کے سمجھنے میں دشواری واقعہ ہو تو بششٹھ (शिष्ट) برہمن کے ہدایت کی تتبع کرنا لازمی ہے اور ایسے شخص میں اوصاف ذیل ہونے چاہئے -

وہ برہمچاری ہو چار ویدوں کو جانتا ہو ۶ ویدانگ میمانسہ وغیرہ ۶ شاستر دھرم شاستر و پران پر حاوی ہو اور وید کے مطلب کو سمجھ سکتا ہو اس قسم کے دس برہمن یا اقل درجہ تین برہمن جمع ہوں تو اُس کو سبھا سمجھنا چاہئے اور اُن کے تصفیہ کردہ مسائل کو قطعی سمجھنا چاہئے تین ویدوں کے تین شاکھا ([illegible]) کے عالم شرتی و سمرتی کے احکام کی مطابقت کرنیوالا ایک ایک میمانسک - ایک نروکت جاننے والا - ایک منو وغیرہ کی سمرتی جاننے والا - ایک برہمچاری ایک گرہستہ - ایک وان پرستہ جملہ دس اشخاص جمع ہوں تو دشاور سبھا سمجھا جاتا ہے رگ وید - یجروید - سام وید کی شاکھ کے عالم تین برہمن جمع ہوں تو ترپورا ([illegible]) کہا جاتا ہے - شبہ ناشی ہونے کی صورت میں ان کے ہدایات واجب التعمیل ہوں گے وید نہ جاننے والے دس ہزار لوگ بھی مل کر کوئی ہدایات دیں تو وہ ناقابل عمل ہونگے اگر وید جاننے والا ایک ہی برہمن رائے ظاہر کرے تو وہ قابل تسلیم ہے - برہمچاریہ کی پابندی نہ کرنیوالے وید کو نہ جاننے والے ہزاروں نام نہاد برہمن بھی جمع ہوں تو اُس مجمع کو سبھا نہیں کہا جاسکتا ہے

منو کے احکام پر غور کرنے سے واضح ہوگا کہ دھرم شاستر کے مسائل کی تعبیر کرنیوالوں پر کسقدر ذمہ داری عائد کی گئی ہے - صرف علماء و فاضل برہمنوں کو یہ اختیار حاصل تھا کہ شاستری مسائل کا تصفیہ کریں - فی زمانہ ایسے شاستری حضرات کی سبھا بھی قائم ہو جائے تو اُن کے ویوستھا (व्यवस्था) کی کوئی تاثیر قانونی نہیں ہو سکتی چونکہ قانون کے اثر

پذیر ہونے کے لئے (Legal sanction) قانونی منظوری کی ضرورت ہے تاوقتیکہ دیوستھا (व्यवस्था) مصدرہ پنڈتوں کی عدالتی فیصلہ کے ذریعہ یا مجلس وضع قوانین کے ذریعہ تصدیق نہ کرائی جائے محض رائے کی وقعت رہیگی۔ انہی حالات میں سوشل ریفارم کانفرنس یا ہندو مہاسبھا کے کانفرنس کے رزولیوشن یا قرار دادوں کی کوئی وقعت نہیں ہوا کرتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ پبلک میں بیداری پیدا ہوتی ہے اور اشاعت علم کی حد تک ایسے قرار داد کارگر ہوسکتے ہیں۔ حال ہی میں سری شنکراچاریہ مہاراج مٹھ کرویر نے اپنی نگرانی میں "شیو سمرتی" کے ترتیب کے لئے ایک منڈل قائم فرمایا ہے اور منڈلی موصوف کے ذمہ یہ کام تفویض فرمایا گیا ہے کہ رفتار زمانہ کے ساتھ ہندو سوسائٹی میں جو تغیرات واقعہ ہوئے ہیں اُن کے لحاظ سے مسائل دھرم شاستر کو جمع کرکے مواد فراہم کردیں تاکہ مٹھ سمستان کے ذریعہ وہ نافذ کئے جائیں بوجہ اُس عظمت کے جو شنکراچاریہ مٹھ کے گدی کو حاصل ہے ممکن ہے کہ مجموعہ مذکور قابل پذیر اُن کے مریدوں کے حلقہ میں ہو لیکن اُن کے غیر مریدوں پر اُس کا کیا اثر مترتب ہوگا؟ اور عدالت میں بطور نظیر کتاب مذکور پیش کیجائے تو اُس کا کیا اثر ہوگا؟ زیادہ سے زیادہ اختیار جو شنکراچاریہ مہاراج کو حاصل ہے وہ یہ کہ اپنے مریدوں کو ذات سے خارج کردیں۔

لیکن اپنے نافذہ احکام کی تعمیل کرانے کے لئے اُن کے احکام کو کوئی قانونی حیثیت پیدا نہیں ہوسکتی ہے۔ چونکہ (Legal sanction) قانونی منظوری مفقود ہے موجودہ حالات ملک کے لحاظ سے امپریل کونسل آف اسٹیٹ (Imperial Council of State) و لیجسلیٹو اسمبلی یا لیجسلیٹو کونسل یا دیسی ریاستوں کے مجالس وضع قوانین یا فرامین حکمران وقت کے ذریعہ سے احکام جاری ہوسکتے ہیں دیسی ریاستہائے بڑودہ میسور۔ کشمیر وغیرہ میں انہی ذرائع سے احکام دھرم شاستر میں مناسب ترمیمات کئے گئے ہیں۔

پونہ کے میانہ مہا ودیالیہ نے اس کام کو آغاز فرمایا ہے اور ایک صدر انجمن ہندو لا اور ریفارم اسوسی ایشن پونہ میں قائم کیا گیا ہے اور ناگپور الہ آباد بنگال میں اُس کی شاخیں قائم ہوئی ہیں بتاریخ ۷، ۸ اگسٹ ۱۹۲۸ء بمبئی میں بھی ایک شاخ قائم ہوئی اور آنریبل مسٹر جسٹس ایس۔ ایس پاٹکر (بمبئی ہائیکورٹ) صدر نشین انجمن کے تقرر کئے گئے۔ مقاصد انجمن مذکور

جسب ذیل ہیں ۔ اولاً اصل کتب دھرم شاستر کی تعلیم کی اشاعت ۔ ثانیاً اُن نظائر و قوانین کو پسند کرنا جو ہندوؤں سے متعلق ہوں تاکہ یہ معلوم کیا جائے کہ دھرم شاستر کے اصول پر کیا اثر مترتب ہوتا ہے ۔ ثالثاً ایسے اسقام کے ارتفاع کی کوشش کرنا جو تعبیر عدالتی کی وجہ سے اصلی مقصد دھرم شاستر میں پیدا ہوئے ہیں ۔ رابعاً بتابعت احکام دھرم شاستر مناسب تبدیلیاں پیدا کرنے کے لئے قانون کے نفاذ کی کوشش کرنا ۔ خامساً اُن مقاصد کے حصول کے لئے مختلف مقامات پر انجمن کی شاخیں قائم کرنا ۔ اب تحقیقات مسائل دھرم شاستر کی غرض کے لئے مواد بہ کثرت فراہم ہو رہا ہے دھرم شاستر کے کتب کے ترجمے کرنا ایک ضروری کام ہے ۔ لیکن مسائل شاستر کو سمجھنے کے لئے اصلی تین سمرتی و نیبندہ کو پڑھنا ضروری ہے اُن کے مطلب کو سمجھنے کے لئے قواعد تعبیر مصرحہ میمانسہ کا جاننا لازمی ہے تاکہ اصطلاحات قانونی کا مفہوم اچھی طور سے واضح ہو سکے ۔

دھرم شاستر کو مجموعہ کی شکل میں لانا دشوار تر ہے ۔ ملک میں مختلف مکاتب دھرم شاستر قائم و رائج ہیں ۔ تمام ملک کے لئے عام قانون نافذ کرنا مشکل ہے جب متمدن سوسائٹی کسی خاص مسئلہ میں کوئی اصلاحی قانون طلب کرتی ہے تو صوبہ داری مجلس وضع قوانین کے ذریعہ قانون نافذ کرانا احسن ہے ۔ کسی رکن مجلس وضع قوانین کی جانب سے ایسے قانون کو نافذ کرائے جانے کی کوشش کرنا ممکنات سے ہے جس کے ہر پہلو پر وہ غور نہ کیا ہو تو انجمن کی جانب سے قیمتی مشورہ دیا جا سکتا ہے ۔ حالیہ تمثیل یہ ہے کہ مسٹر جادھو نے ایک مسودہ بمبئی کونسل میں بابتہ تجدید حقوق تبنیت بیوگان کے لایا تھا جس کے ذریعہ صاحب موصوف یہ چاہتے تھے کہ تبنیت لینے کے بارہ میں دھرم شاستر مروجہ بمبئی نے جو آزادی بیوہ کو دی ہے محدود کیجائے لیکن پبلک و نیز ارکان مجلس وضع قوانین کی مخالفت کے باعث مسئلہ مسترد کر لیا گیا ۔ ہندو لا ایسے خیالات و تجربات کا نتیجہ ہے جو ہزاروں سال کی کوشش سے پیدا ہوا ہے لہذا قانون متعلقہ دھرم شاستر میں تبدیلی کئے جانے کیلئے مثل انجمن کے ذریعہ اُسکی تعبیر ہونا لازمی ہے تاکہ مسائل شاستر کے بابتہ خیالات اصلاحی و روشہائے اجتماعی کی قوت سے کوئی مفید نتیجہ مترتب ہو سکے بالآخر قانون میں اصلی احکام دھرم شاستر و نیز قواعد متعلقہ تعبیر ادر میمانسہ کی تعلیم ایک نہایت ضروری

تعلیم ہے ۔ انجمن کو اسی جانب توجہ مبذول کرنی چاہئے ۔ اس نوبت پر مسٹر جیکر کی ایک مسودہ قانون کی طرف توجہ معطوف کرانا مناسب معلوم ہوتا ہے جو انہوں نے اصلاح طریقہ تبنیت کے بارے میں لیجسلیٹو اسمبلی (Legislative assembly) میں پیش کرنے کی نوٹس دی ہے ۔ شاستر میں فرزند متبنے کو مشابہ فرزند تبلایا ہے ([illegible] لیکن حکام عالیمقام جوڈیشل کمیٹی پریوی کونسل نے مسئلہ نیوگ اور دتک مخلوط فرماکر یہ نتیجہ مستخرج فرمایا ہے کہ تبنیت ایسے شخص کی جائز نہیں ہے جسکی حقیقی والدہ کے ساتھ متبنا گیرندہ باپ شادی نہ کرسکتا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نواسہ ۔ ہمشیرہ زادہ وغیرہ قریب تر وارث تبنیت کے اغراض کے لئے اشخاص ناقابل گردانے گئے ۔ درانحالیکہ جنوبی مہاراشٹرا اور وداوید میں اس قسم کی تبنیت جائز ورائج ہے اس ناجوازی کے ارتفاع کے لئے یہ مسودہ لایا گیا ہے

ریاست حیدرآباد ہندوستان کی موجودہ ریاستوں میں بڑی ریاست ہے جہاں کی ۸۵ فیصدی آبادی ہندوؤں کی ہے ۔ اس ریاست میں مختلف مکاتب کے ہندو لوگ ہیں رواجات میں امتداد زمانہ کے لحاظ سے تبدیلیاں واقع ہورہی ہیں قانون داں اصحاب کی تعداد میں نمایاں طور پر ریاست میں ترقی ہوئی ہے ۔ دارالسلطنت حیدرآباد فرخندہ بنیاد میں طبقہ وکلاء میں ممتاز افراد موجود ہیں اور اسی طرح بعض اضلاع میں بھی قابل اشخاص کی کمی نہیں ہے اس قسم کی ایک انجمن بغرض اصلاح وترقی مسائل دھرم شاستر ہنود کے لئے سواد بلدہ حیدرآباد میں قائم ہونا ملک کے حالات کے مدنظر ازبس ضروری ہے ۔ ممالک محروسہ سرکار عالی میں طبقہ وکلاء کو یہ حق حاصل ہے کہ مجلس وضع قوانین سرکار عالی میں اپنی طرف سے دو نمائندہ منتخب کرکے روانہ کریں ۔ پس عندالضرورت ان حضرات کے ذریعہ سے ضروری مسودہ مجلس وضع قوانین سرکار عالی میں پیش کئے جاسکتے ہیں فقط

۲۸ سردے ۱۳۳۶ف

جوڈیشل کمیٹی

کی

ترمیم و اصلاح

ممالک محروسہ سرکار عالی کا عدالتی طرز انتظام زیادہ تر برٹش انڈیا کے عدالتی طریقہ پر تیار کیا گیا ہے اور برٹش انڈیا کا عدالتی انتظام انگلستان کے محکمۂ عدالتی کے طریقہ اصول پر ترتیب دیا گیا ہے سلطنت برطانیہ ہندوستان میں قائم ہونے کے قبل انگلستان میں اس کے نوآبادیات کے دیوانی و فوجداری مقدمات کے آخری اپیل ہز مجسٹی شہنشاہ انگلستان کے خاص پریوی کونسل میں دائر و سماعت کئے جاتے تھے ۔ یہ طریقہ اس اصول پر مبنی تہا کہ مقدمات میں آخر حکم صادر کرنے کا اختیار بادشاہ کی ذات کو حاصل تہا اور یہ حکم بعد حصول آراء پریوی کونسلرس بادشاہ کی طرف سے صادر ہوتا تہا ۔ جب ہندوستان کی سلطنت برٹش پارلیمنٹ کے تابع ہو گئی تو اصول بالا کے مدنظر ہندوستان کے مقدمات دیوانی و فوجداری میں بھی آخری اپیل اُسی کونسل میں سماعت و تصفیہ ہونے لگے بغرض سماعت مرافعات ہندوستان و نوآبادیات پریوی کونسل کے ترتیب کے متعلق برٹش پارلیمنٹ میں متعدد قوانین پاس ہوئے اور اب بھی پاس ہوتے ہیں ۔

انگلستان میں ہر پریوی کونسلر کو پریوی کونسل میں مقدمات کی سماعت و تصفیہ کا حق حاصل نہیں ہے بلکہ بلحاظ اسٹیٹیوٹ نمبر ( ) ملکہ معظمہ ۱۸۷۶ء جوڈیشل کمیٹی ایکٹ کے تحت ایک جوڈیشل کمیٹی مقرر کی گئی ہے جو کم سے کم پانچ اور زیادہ سے زیادہ ایسے نو ارکان پر مشتمل ہوتی ہے جنہوں نے انگلستان یا نوآبادیات یا ہندوستان میں کم از کم ۱۰ سال تک اعلیٰ خدمات عدالتی کو انجام دیا ہو یا کم از کم ۱۵ سال تک اعلیٰ درجہ وکالت کا تجربہ حاصل کیا ہو ۔

اراکین مذکور میں سے کبھی تین یا اُن سے زیادہ ارکان کا اجلاس مرتب ہوتا ہے جو اراکین مذکور بعد سماعت بحث اپنی رائے ہز مجسٹی شاہ انگلستان کے ملاحظہ میں گذرانتے ہیں ۔

برٹش انڈیا کے اس طریقہ کو مدنظر رکھ کر ممالک محروسہ سرکار عالی میں جوڈیشل کمیٹی کا محکمہ قائم کیا گیا ہے جس میں فیصلجات عدالت العالیہ سرکار عالی کے اپیل دائر کئے جاتے ہیں اگر چہ کہ ممالک

محروسہ سرکار عالی اور انگلستان کے اعلیٰ محکمہ اپیل کا نام ایک ہی ہے تاہم ان دونوں محکمہ جات کے کانسٹیٹیوشن (Constitution) میں فرق ہے ہماری یہاں کی جوڈیشل کمیٹی کا ضابطہ بہت سے امور میں ناقص ہے جس کی ترمیم ضروری ہے کیونکہ اس وقت ریاست کے نظم و نسق میں اصلاح جاری ہے تو یہ امر گورنمنٹ کے توجہ دلانے کے لائق ہے کہ گورنمنٹ اس وقت ایک با ضابطہ جوڈیشل کمیٹی قائم فرمائے جو ہر طرح اعلیٰ تر عدالت اپیل سرکار عالی ہو۔

جس کی نسبت چند امور ذیل میں درج کئے جاتے ہیں جن سے نقائص ضابطہ جوڈیشل کمیٹی ظاہر ہونگے۔ اور اس کی ضرورت محسوس ہوگی کہ اس محکمہ میں اصلاح کی ضرورت ہے بعد اظہار نقائص چند ضروری تبدیلیات پر ہم اظہار رائے کرینگے تاکہ حکام عالیمقام کی توجہ اسپر مبذول ہو۔

اس وقت جوڈیشل کمیٹی کی حیثیت ہائیکورٹ کے جلسہ کاملہ سے کچھ بھی زائد نہیں ہے عام طریقہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ ہائیکورٹ کے تین ارکان بمعیت مشیر قانونی دو ارکان ہائیکورٹ جوڈیشل کمیٹی کا اجلاس منعقد کرتے ہیں۔ اس نظر سے اگر دیکھا جائے تو جوڈیشل کمیٹی کے اجلاس اور اجلاس کامل عدالت العالیہ میں کوئی فرق نظر نہیں آتا بالفاظ دیگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہائیکورٹ کے فیصلہ کا مرافعہ ہائیکورٹ ہی میں ہوتا ہے۔ انگلستان کے جوڈیشل کمیٹی کی حالت یہ نہیں ہے وہاں کے جوڈیشل کمیٹی کے ارکان عدالت مرافعہ عنہا میں کبھی کام نہیں کرتے اور ان کا تجربہ اور ان کی علمی و قانونی لیاقت مسلمہ طور پر مرافعہ عنہا کے حکام سے بالاتر مانی جاتی ہے جوڈیشل کمیٹی سرکار عالی کے موجودہ ضابطہ کے لحاظ سے بعض وقت یہ صورت پیدا ہوتی ہے کہ ہائیکورٹ کے سینیر جج کے فیصلہ کا مرافعہ جوڈیشل کمیٹی میں جونیر جج سماعت کرتے ہیں یہ امر ہر حالت میں نامناسب ہے اور ایک نقص قابل غور یہ ہے کہ ہائیکورٹ کے اجلاس خمسہ (جو پانچ سینیر ججوں پر مشتمل ہوتا ہے) کے فیصلہ کا اپیل ہائیکورٹ کے جونیر جج جوڈیشل کمیٹی میں سماعت کرسکتے ہیں۔

بموجب دستور العمل جوڈیشل کمیٹی کوئی سرکاری عہدہ دار جسکی تنخواہ (الف صہ ۔۔۔) سے زائد ہو

جوڈیشل کمیٹی کا رکن منتخب ہوسکتا ہے اور وہ ہائیکورٹ کے فیصلہ کا مرافعہ سماعت کرسکتا ہے اور اس کے بموجب بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ معتمد صاحب مالگزاری صدر الصدور صاحب اور دیگر عہدہ داران جنہوں نے نہ کبھی اعلیٰ جوڈیشل خدمت انجام دیے ہوں یا نہ کبھی پیشہ وکالت کو انجام دیکر طریقہ قانون پر عبور حاصل کیا ہو ہائیکورٹ کے فیصلجات کے مرافعات سماعت کرتے ہیں اور قانونی پیچیدگیاں و قانونی مسئلہ حل و طے کرتے ہیں۔ انگلستان میں تقریباً ۷۵ سال پیشتر ایسی حالت تھی۔ اُس وقت ہر پریوی کونسلر کو پریوی کونسل میں اور ہر لارڈ کو ہاؤس آف لارڈز (House of Lords) میں دیوانی و فوجداری مرافعات کے سماعت و تصفیہ کا حق حاصل تھا جب اس حق کا بیجا استعمال ہونے لگا اور ایسے اشخاص جو قانون کے ابتدائی اصول سے ہی واقف نہ تھے۔ اہم مقدمات کا تصفیہ کرنے لگے تو گورنمنٹ نے محسوس کیا کہ قانون میں اس طرح تبدیلی کی جائے کہ بجز قانون داں اشخاص کے پریوی کونسل یا ہاؤس آف لارڈز میں دیگر اشخاص مقدمات کے تصفیہ میں حصہ نہ لیں بنا برآں ہاؤس آف لارڈز میں ایک محکمہ لارڈز آف اپیل (Lords of appeal) اور پریوی کونسل میں محکمہ جوڈیشل کمیٹی قائم کئے گئے جس میں قانون داں اشخاص کے سوائے اور کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔ ہماری رائے میں انگلستان میں جو اصلاح (۷۵) سال قبل عمل میں آئی تھی اس کی ہمارے ملک میں اس وقت سخت ضرورت ہے۔

اسی سلسلہ میں اور ایک امر قابل غور یہ ہے کہ حالیہ ضابطہ جوڈیشل کمیٹی کے لحاظ سے اپیل نمبر پر لینے یا نہ لینے کی نسبت رائے دینے کا اختیار صرف ایک ہی شخص کو حاصل ہے جو اپیل نمبر پر لئے جاتے ہیں اس کی نسبت کوئی اعتراض نہیں ہے مگر جن کے اپیل نمبر پر نہیں لئے جاتے ہیں ان کو اس شکایت کا موقع رہتا ہے کہ اس کے عذرات کا تصفیہ تشفی بخش نہیں ہوا۔ ایسے اعتراضات نمودار نہ ہونے کے لئے برٹش انڈیا میں اپیل نمبر پر لینے یا نہ لینے کے دو طریقہ مقرر کئے گئے ہیں۔ اولاً مقدمہ کی مالیت کے لحاظ سے درخواست اپیل کی نسبت بحث ہائیکورٹ کے جلسہ متفقہ یا کاملہ میں سماعت کی جاتی ہے اور اگر جلسہ کی رائے میں اپیل قابل سماعت جوڈیشل کمیٹی قرار پائے تو وہ اس کی نسبت تصدیق کرتے ہیں کہ اپیل

جوڈیشل کمیٹی میں سماعت کی جائے۔ درخواست اپیل وصداقتنامہ ہائیکورٹ جوڈیشل کمیٹی میں روانہ کیا جائے تو اپیل خواہ مخواہ نمبر پر لیا جاتا ہے ثانیاً یہ کہ درخواست اپیل کی رجسٹرار جوڈیشل کمیٹی کے پاس پیش کی جاتی ہے اور اجلاس جوڈیشل کمیٹی سے ہی تصفیہ کیا جاتا ہے کہ آیا اپیل نمبر پر لینے کے قابل ہے یا نہیں۔

ہماری رائے میں برٹش انڈیا کا یہ طریقہ مناسب ہے اور ممالک محروسہ سرکار عالی میں ان دونوں طریقوں میں سے کسی ایک کو ضرور اختیار کرنا چاہئے حالات ملک کے لحاظ سے بہتر یہ ہوگا کہ ہمارے یہاں طریقہ ثانی ہی اختیار کیا جائے کیونکہ طریقۂ اولی برٹش انڈیا میں غالباً اس غرض سے جاری رکھا گیا ہے کہ مرافعہ کو بلا وجہ انگلستان میں پیروی کرنے کے اخراجات وغیرہ کا بار برداشت نہ کرنا پڑے۔

ممالک محروسہ سرکار عالی میں اتفاقیہ طور پر مشیر قانونی اور معتمد جوڈیشل کمیٹی کے عہدے کے فرائض ایک ہی شخص کے ذمہ کر دئے گئے ہیں جس کی وجہ بعض وقت انصاف میں خلل ہونے کا اندیشہ ہے بحیثیت مشیر قانونی سرکار کو قانونی مشورہ دینا پڑتا ہے اور معتمد جوڈیشل کمیٹی کی حیثیت سے مقدمات کا تصفیہ کرنا پڑتا ہے۔ تمثیل کے طور پر یہ خیال کیا جائے کہ کوئی شخص گورنمنٹ پر دعوے دائر کرتا ہے تو بحیثیت مشیر قانونی اس کو گورنمنٹ کو مشورہ قانونی دینا لازمی ہے جب مقدمہ مرافعتاً جوڈیشل کمیٹی میں پیش ہوگا تو وہی شخص معتمد جوڈیشل کمیٹی مرافعہ کی سماعت کا مجاز ہوگا اس کی وجہ سے اس کی حیثیت اُس مقدمہ کی حد تک خود وکیل و جج کی ہو جاتی ہے جو کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ ممالک محروسہ سرکار عالی میں اس نوعیت کے مقدمات نظر نہیں آتے ہیں۔ برٹش انڈیا میں گورنمنٹ کے خلاف مقدمات ہمیشہ دائر ہوتے ہیں ممکن ہے کہ ہمارے یہاں بھی ایسی صورت پیدا ہو جائے۔ اس لئے اس نقص کو رفع کرنا نہایت ضروری و اہم ہے اور یہ اصلاح اُسی وقت ممکن ہے کہ محکمۂ جوڈیشل کمیٹی محکمۂ مشیر قانونی سے بالکل علحدہ کر دی جائے اور ہر محکمہ کے لئے ایک علحدہ عہدہ دار مقرر کیا جائے۔

ہم نے سنا ہے کہ ضابطہ و دستور العمل جوڈیشل کمیٹی کی ترمیم کا مسئلہ گورنمنٹ کے زیر غور ہے اور یہ بھی مسموع ہوا ہے کہ گورنمنٹ کو یہ رائے دیگئی ہے کہ محکمۂ جوڈیشل کمیٹی کو

تخفیف کر کے اس کو ہائیکورٹ میں ضم کر دیا جائے یعنے یہ کہ ہائیکورٹ کے جلسۂ متفقہ و کاملہ کے فیصلہ جات کے اپیل ہائیکورٹ کے جلسۂ خمسہ میں سماعت ہوں اور یہ فیصلہ جوڈیشل کمیٹی کا متصور ہو یہ مشورہ غالباً جوڈیشل کمیٹی کے موجودہ ضابطہ کے مدنظر دیا گیا ہے خیال یہ کیا گیا ہے کہ واقعی اگر جوڈیشل کمیٹی ہائیکورٹ کے اجلاس کامل سے زائد حیثیت نہیں رکھتی ہے تو اسکو ہائیکورٹ میں ضم کرنے کے لئے کوئی امر مانع نہیں ہے۔ ہماری رائے میں اس مشورہ کے بموجب عمل کیا جائے تو یہ جوڈیشل کمیٹی کی صحیح اصلاح نہ ہوگی۔ موجودہ حالت میں ہی جوڈیشل کمیٹی کے وجود کا (Psychological effect) جس طرح کہ چاہیئے نہیں ہوتا ہے تو جب جوڈیشل کمیٹی ہائیکورٹ میں ضم ہو جائے گی تو اُس کے وجود کا (Psychological effect) بالکل زائل ہو جائے گا۔ علاوہ اس کے اس طریقہ عمل سے ہائیکورٹ کا کام جو اسی وقت ہی زیادہ ہے اور شدت سے بقایا میں ہے بہت بڑھ جائیگا جس کا اثر فصل خصومات پر پڑیگا۔ لہذا جوڈیشل کمیٹی کا محکمہ ہائیکورٹ میں ضم نہ ہونا چاہیئے اور اسکو برقرار رکھکر اس کی اصلاح اس طرح ضرور ہونی چاہیئے کہ وہ محکمۂ مستقر اور اعلیٰ تر محکمہ اپیل ہو۔

بعض اشخاص کی یہ رائے معلوم ہوتی ہے کہ جدید ضابطہ یا موجودہ ضابطہ جوڈیشل کمیٹی میں ترمیم کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ جوڈیشل کمیٹی کوئی باضابطہ محکمۂ اپیل نہیں ہے جس میں فریقین کو اپیل دائر کرنے کا حق قانونی حاصل ہے۔ موجودہ حالت میں صرف اعلیحضرت بندگانعالی کے ملاحظہ میں ایک درخواست بطور اپیل پیش کی جاتی ہے جس کی منظوری یا نامنظوری اعلیحضرت بندگانعالی کی مرضی مبارک پر منحصر ہے بغرض قیام رائے اعلیحضرت بندگانعالی قانون داں اشخاص کی جوڈیشل کمیٹی مقرر کرتے ہیں اور اُن کی رائے کے بعد منظوری یا نامنظوری کا حکم بارگاہ خداوندی سے شرف صدور پاتا ہے۔ پس جوڈیشل کمیٹی ایک باضابطہ محکمۂ اپیل قائم کی جائے تو اس کا اثر اقتدارات شاہی (Royal prerogative) پر مترتب ہوگا۔ موجودہ زمانہ میں جن اشخاص کی یہ رائے ہو کہ محکمۂ جوڈیشل کمیٹی شاہی اقتدارات کے استعمال کا ایک ذریعہ ہے وہ بالکل غلطی پر ہیں۔ ان کی یہ رائے کہ جوڈیشل کمیٹی کے وجود کی تاریخی تشریح (Historical explanation) کی حد تک ہی ہو سکتی ہے جہانتک ہمارا خیال ہے ان کی یہ بحث

صرف اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ انگلستان میں اسٹار چیمبر (Star chamber) پریوی کونسل وجوڈیشل کمیٹی سلسلہ بسلسلہ کس طرح قائم ہوتے گئے۔ اس سے زیادہ ان کی اس بحث کے اور کوئی معنے نہیں ہوسکتے ہیں۔ لیکن غور کیا جائے تو ظاہر ہوگا کہ انگلستان میں جوڈیشل کمیٹی کے قیام سے اور اس کے ضابطہ کی وجہ سے ہز مجسٹی شاہ انگلستان کے اقتدارات شاہی میں کچھ کمی واقع نہیں ہوئی ہے۔ پس ممالک محروسہ سرکار عالی میں بھی اگر انگلستان کے جوڈیشل کمیٹی کے ضابطہ کی تقلید کیجائے تو ہماری رائے میں اعلیحضرت بندگانعالی کے شاہی اقتدارات پر کسی طرح کا اثر نہیں پڑیگا کیونکہ شاہی اقتدارات بھی صورت قانون سے بالاتر ہوتے ہیں۔ انگلستان میں تو یہاں تک طریقہ رائج ہے کہ ہز مجسٹی شاہ انگلستان کے ملاحظہ میں جوڈیشل کمیٹی کی مغلوب رائے پیش نہیں ہوتی اور غالب رائے پر ہر رکن کو دستخط کر کے متفقہ طور پر پیش کرنا پڑتا ہے اور یہ رائے ہمیشہ منظور ہوتی ہے ہمارے اس مضمون کا مقصد یہ نہیں ہے کہ جدید قانون یا ضابطہ وضع کی جائے جس کی وجہ سے اقتدارات شاہی پر کوئی اثر پڑے۔ ہمارا مقصد صرف یہی ہے کہ موجودہ قانون جوڈیشل کمیٹی جس کو اعلیحضرت بندگانعالی نے شرف منظوری بخشی ہے قابل اصلاح ہے اور اس کی ترمیم لازمی ہے ہم کوئی جدید امر یا نئی بات یا نیا قانون نہیں چاہتے ہیں۔

اصولی بحث کے قطع نظر جوڈیشل کمیٹی کے عمل پر نظر ڈالی جائے تو ہر حالت میں یہ ایک محکمہ اپیل ہے۔ آجکل جملہ متمدنہ ممالک میں آخری عدالت اپیل کے لئے ہر ایک اعلیٰ محکمہ اپیل قائم ہے۔ جہاں صرف مرافعات کی سماعت ہوتی ہو اور اس کو ابتدائی مقدمات کے سماعت کا کوئی جورسڈکشن حاصل نہیں ہوتا۔ امریکہ میں اس کو سپریم کورٹ آف اپیل (Supereme court appeal) فرانس میں اسکوکورٹ آف کاسیشن (Court of Cassation) کہتے ہیں ہاؤس آف لارڈز کا صیغہ لارڈ آف اپیل اعلیٰ عدالت اپیل کے کام کو انجام دیتا ہے نوآبادیات اور ہندوستان کیلئے اعلیٰ عدالت اپیل پریوی کونسل کا محکمہ جوڈیشل کمیٹی ہے ہائیکورٹ اور اعلیٰ تر محکمہ اپیل میں عملی طور پر صرف یہ فرق ہے کہ ہائیکورٹ ایک ایسا محکمہ اپیل ہے کہ جس کو ابتدائی جورسڈکشن بھی حاصل ہے اور محکمہ جوڈیشل کمیٹی وغیرہ اعلیٰ محکمہ اپیل کا

جورسڈکشن مرافعات کی سماعت تک محدود ہے اور ابتدائی مقدمات سے کوئی تعلق نہیں ہے پس بنظر تعمق اگر دیکھا جائے تو یہ ظاہر ہوگا کہ انگلستان کی جوڈیشل کمیٹی یا ممالک محروسہ سرکار عالی کی جوڈیشل کمیٹی دیگر ممالک کے اعلیٰ عدالت اپیل کے مماثل ایک باضابطہ اعلیٰ عدالت اپیل ہی ہے اور جوڈیشل کمیٹی کے فیصلجات کے ساتھ شاہی اقتدارات کا جوڑ صرف اصولی عدالت کا بقاعدہ گیا ہے جبکہ دیگر متمدنانہ ممالک میں اعلیٰ عدالت اپیل موجود ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں جوڈیشل کمیٹی بطور اعلیٰ عدالت اپیل قائم نہ رکھی جائے۔

اس طرح ایک باضابطہ اعلیٰ محکمۂ اپیل قائم ہونے سے اور ایک نقص رفع کیا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ بحیثیت اعلیٰ محکمہ اپیل اسکو صیغۂ مال کے فیصلہ جات آخری مرافع کے سماعت کا جورسڈکشن دیا جاسکتا ہے۔ اس وقت صیغۂ مال و مرافعات کی حالت ناقابل اطمینان ہے۔ چند مرافعات ارکان ثلاثہ میں جاتے ہیں اور چند مقدمات میں صدرالمہام صاحب کا ہی فیصلہ آخری ہوتا ہے اور بعض مقدمات میں صدر اعظم بہادر مرافعہ سماعت فرماتے ہیں۔ بجائے اس کے اگر ان تمام مرافعات کی سماعت کا جورسڈکشن جوڈیشل کمیٹی کو دیا جائے گا تو رعایا میں ایک قسم کا اعتماد پیدا ہوگا اور بڑھ جائے گا۔ نیز ان کے نزاعات کا تصفیہ ایک اعلیٰ عدالت اپیل سے بعد منظوری اعلیحضرت بندگانعالی متعالی ہوگا۔

ایک اور امر قابل غور یہ ہے کہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں متعدد کمیشن بغرض تصفیہ نزاعات قائم ہوتے ہیں جس میں اعلیٰ عہدہ داران سرکار عالی کا تقرر کیا جاسکتا ہے۔ کمیشن کی مصروفیت کی وجہ سے اُن عہدہ داران کے معمولی کام پر اثر پڑتا ہے۔ یہ طریقہ ہماری رائے میں مناسب نہیں ہے اگر ایک باضابطہ جوڈیشل کمیٹی قائم کی جائے تو یہ جملہ نزاعات جوڈیشل کمیٹی کے تفویض کئے جاسکتے ہیں اور آئندہ کمیشنوں کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہگئی۔

ہمنے بالصراحت یہ ظاہر کردیا ہے کہ ہمارے ملک میں ایک باضابطہ جوڈیشل کمیٹی کی کس طرح ضرورت ہے اور یہ بھی بتلا دیا ہے کہ جوڈیشل کمیٹی کے فوائد کیا ہیں ایک اعتراض ممکن ہے کہ ہوسکتا ہے۔ اگر باضابطہ ایک جوڈیشل کمیٹی قائم کی جائے تو گورنمنٹ پر مصارف کا بیجا بار عائد ہوگا۔ اولاً تو ہماری رائے یہ ہے کہ ایک ضروری اور اہم امر کے لئے گورنمنٹ کو اخراجات

کا خیال نہ کرنا چاہئے اور اخراجات کا ہی سوال مانع قیام جوڈیشل کمیٹی ہو تو بہت سے ایسے ابواب مصارف ہیں جنکا یہاں تذکرہ خالی از طوالت نہیں ہے کہ اس کو تخفیف کر کے جوڈیشل کمیٹی کے اخراجات کی پابجائی کی جا سکتی ہے۔ علاوہ اس کے جوڈیشل کمیٹی میں جو دو صیغہ جات کا کام ہم نے ضم کرنے کی رائے دی ہے اس سے بھی مصارف کی کمی ہوگی اور باضابطہ جوڈیشل کمیٹی کے قیام کے اخراجات زیادہ نہ ہونے پائیں گے۔

جوڈیشل کمیٹی کے باضابطہ قیام کی ضرورت اور موجودہ ضابطہ کے نقائص ہم نے بصراحت بیان کر دئے ہیں اور وقت آگیا ہے کہ اس کی اصلاح بہجلد ضروری ہے لیکن ہم کو امید ہے کہ اس ضروری اور اہم امر پر گورنمنٹ اپنی توجہ مبذول فرماکر جلد سے جلد اس اصلاح کو عمل میں لائے گی۔ جوڈیشل کمیٹی کے ارکان کون ہوں گے ان کے فرائض کیا ہونگے۔ اور دیگر مفصلی امور پر یہاں بحث غیر ضروری خالی از طوالت نہیں ہے اس لئے کہ یہ امور مجلس وضع قوانین میں بوقت ترمیم کئے جا سکتے ہیں۔

ہم نے اس مسئلہ پر اپنی ناقص رائے ظاہر کر دی ہے امید کہ ہمارے دیگر قانون دان برادر اس مسئلہ پر اپنی قیمتی رائے کا اظہار فرماکر ہماری مدد و معاون فرمائیں گے فقط

ونایک راؤ ودیالنکار۔ ایل۔ ایل بی بیرسٹرایٹ لا

خطبۂ استقبالیہ

جو

آنریبل راجہ پنڈت نارائن راؤ صاحب بلوگی وکیل ہائیکورٹ گلبرگہ نے کانفرنس وکلاء

گلبرگہ شریف میں پڑھا

معزز مہمان و اراکین کانفرنس!

اظہار عقیدت و وفاشعاری قبل اس کے کہ میں آپ حضرات کے خیر مقدم کا خوشگوار فریضہ ادا کروں اُن جذبات عقیدت و وفاشعاری کے اظہار پر جو ہم کو اپنے شاہ ذیجاہ حضور پُر نور بندگانعالی متعالی سے ہیں اپنے آپ کو مجبور پاتا ہوں۔ یہ حضرت اقدس و اعلیٰ کے روشن دور اور معدلت گستر عہد کی برکات کا نتیجہ ہے کہ آج ہم کانفرنس کی مرکزی صورت میں مجتمع ہوئے ہیں اور اس میں آزادی کا ایک ایسا زرین موقع ہاتھ آیا ہے کہ ہم ان مسائل پر غور و فکر کریں جو اس معزز طبقہ کی فلاح و بہبودی سے متعلق ہیں اور ایسی تدابیر اختیار کریں جو ہم کو اپنے نصب العین سے ہم آغوش کر دیں۔

جامعہ عثمانیہ کا قیام بجائے خود ایک ایسی رحمت ہے جس سے ہمارے طبقہ میں ایسے کارکرد افراد کا اضافہ ہوتا جا رہا ہے جنھوں نے اردو ہی میں قانون اور ادب کی تکمیل کی یہ ادارہ ہماری طاقت اور قوت کا منبع ہے۔

عثمانیہ عدالت العالیہ کی سربفلک اور عظیم الشان عمارت جس کی ایک عرصہ سے شدید ضرورت محسوس کی جا رہی تھی، اس کا زندہ ثبوت ہے کہ ذات شاہانہ کو ہمارے عدالتی

نظام عدل وانصاف اور معدلت کے لوازم سے گہری دلچسپی ہے۔

منشور خسروی عہد عثمانی کا وہ زرین کارنامہ ہے جو رہنے والی دنیا تک قایم رہیگا۔ منشور خسروی کے شاندار اور تاریخی الفاظ حضرت اقدس واعلیٰ کی مخصوص منصفانہ پالیسی کا بہترین مظہر ہیں۔

عہدہ ہائے جلیلہ پر لایق وکلاء ملک سے انتخاب وہ عدیم المثال طریق ہے جس پر ہمارا طبقہ زمانہ حال کی خصوصیات کیساتھ فخر و ناز کرتا ہے اس وقت متعدد ہی عدالت و کوتوالی و امور عامہ پر بھی اس طبقہ کی وہ قابل فخر ہستی فائز ہے جس کی ذہانت و معاملہ فہمی کی مشکل کوئی نظیر ملسکیگی۔ منشی قانونی جیسی سترگ خدمت پر حسن انتخاب سے جس فرد کو سرفراز فرمایا گیا ہے وہ بھی ہمارے ہی طبقہ کے قابل ممبر تھے جو متعدد عدالتی خدمات انجام دیتے ہوئے براہ خسروانہ ترقی کی اس منزل پر فایز ہوئے۔ کچھ ہی دن کا واقعہ ہے کہ ہماری اس کانفرنس کے صدر منتخب ؛ پیشگاہ خسروی سے عہدہ جلیلہ رکنیت عدالت العالیہ پر سرفراز فرمائے گئے غرضکہ نوازش ہائے خسروانہ و مرحمت شاہانہ نے قانون دان طبقہ پر برکات کے سحاب کی وہ بارش برسائی ہے کہ ہم بارگاہ رب العزت سے اس مبارک دور کے قیام و دوام کے متمنی ہیں۔ یہ ہمارا فرض ہے کہ ان نعمتوں کیلئے اظہار عقیدت و وفاکیشی کیساتھ بارگاہ ایزدی میں سپاس گزار اور ملک و مالک کے لئے دست بدعا ہوں۔ آپ تمام حضرات میری اس دعا میں شریک ہیں کہ خدائے عزوجل حضور پرنور حضرت سلطان العلوم بندگانعالی متعالی شاہزادگان بلند اقبال و صاحبزادیاں فرخندہ فال کے عمر و اقبال و دولت میں دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور ملک و مالک کو دشمنوں کے ہر قسم کے شر و فتنہ فساد سے محفوظ رکھے۔

خیر مقدم حضرات! جب میں آپ کو اس ہال میں رونق افروز دیکھتا ہوں تو میری مسرت کی انتہا نہیں رہتی میری زبان ادائی شکریہ سے قاصر ہے۔ آپ نے اپنے آرام اور مصروفیتوں کو خیر باد کہکر کانفرنس کی شرکت گوارہ فرمائی اور تکالیف و شدائد سفر کو برداشت کرتے ہوئے اپنے طبقہ کی اس واحد کانفرنس میں شرکت کو ضروری خیال فرمایا جس کے لئے مجلس استقبالیہ آپ کی بیحد ممنون ہے مجھے امید ہے کہ

آپ حضرات نے جس فرض شناسی سے کانفرنس میں شرکت فرمائی ہے اوسی طرح کانفرنس کے مباحث میں آزادانہ حصہ لیکر اپنے اس اجتماع کو کامیاب بنائیں گے۔

کانفرنس کی اہمیت

برادران مکرم! کسی طبقہ یا جماعت کی اجتماعی ضرورتوں کیلئے کانفرنس کے وجود اور اوس کی اہمیت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن افسوس کیساتھ مجھکو اس کا اظہار کرنا پڑتا ہے کہ زمانہ گذشتہ میں ہم نے اس کی اہمیت کو بہت کم محسوس کیا ہے ۱۲ سال کے طویل عرصہ میں اس کے صرف تین ہی اجلاس ہوئے ہیں اور یہ چوتھا اجلاس ہے۔ ہر سہ اجلاس بلدہ فرخندہ بنیاد ہی میں ہوئے اس حیثیت سے یہ کانفرنس یادگار رہیگی کہ اس کے اجلاس پہلی دفعہ ایک ضلع میں منعقد ہو رہے ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ ایک دفعہ اورنگ آباد میں کانفرنس مدعو کیگئی تھی مگر اتفاق زمانہ سے یہ دعوت عملی صورت اختیار نہ کر سکی۔ قدرت کو یہی منظور تھا کہ گلبرگہ جیسے تاریخی مقام کو یہ خصوصیت حاصل ہو چنانچہ نہایت خوشی کی بات ہے کہ انجمن وکلاء صوبہ گلبرگہ کی ناچیز دعوت کو کانفرنس کے گذشتہ اجلاس نے منظور فرما لیا لیکن مجھکو اس کا اعتراف ہے کہ آپ حضرات کے شایان شان انتظامات نہ ہو سکے جس سے آپ کو ضرور تکلیف ہوئی ہوگی مگر مجلس استقبالیہ توقع کرتی ہے کہ آپ اپنے بزرگانہ اخلاق سے اوس کی کمزوریوں و کوتاہیوں کو معاف فرمائیں گے۔

اجتماعی زندگی کے فوائد

بزرگو اور بھائیو۔ اسکا وقت نہیں ہے کہ اجتماعی زندگی کے فوائد پر تفصیل سے عرض کروں اور نہ اس کی ضرورت ہے لیکن مختصراً یہ ضرور عرض کروں گا کہ تمدن کا اعلیٰ عنصر اتحاد ہے۔ اور اتحاد کی برکات ہی نے ہماری اس ہیچ روزہ ہستی کو اس قدر طویل بنا دیا ہے کہ ہر ہستی اپنے افراد کی موجودگی تو تنہا قرنوں پیچھے چھوڑ جاتی ہے۔ ان واقعات کو اگر پیش نظر رکھا جائے جو ایک قانون کے طالب علم کی زندگی سے متعلق ہیں اور پھر ان مساعی کو دیکھا جائے جو قانون داں اصحاب کو عملی میدان کے طے کرنے اور مشکلات قانونی کی تحلیل میں اختیار کرنی ہوتی ہیں اور پھر اون نتائج پر نظر ڈالی جائے جو اس طبقہ کے منتخب افراد کو ملک کے جلیل القدر خدمات پر امن و صلح کا ذمہ دار بنا کر فائز کر سکنے سے مترتب ہوتے ہیں تو اس کا اعتراف کرنا ہوگا کہ اس دیباچہ کا عنوان وکلاء کی زندگی کا وہ

ناقابل شکست اور مسلم الثبوت اجتماع ہے جس کو ہمارے پیشرو وکلاء کے مبارک دور نے تدریجی حیثیت سے ترقی دی۔ یہانتک کہ اس اجتماع نے اپنے اندر ایک ایسی روح تلاش کرلی جو جذبات لطیفہ اور امن وصلح سے عبارت تھی اس کانفرنس کے اجلاس کی پہلی تشکیل اسی روح کا نتیجہ ہے جس کے صدر عالیجناب مولوی حافظ ساجد علیصاحب وکیل ہائیکورٹ (اورنگ آباد) تھے اس کے بعد وکلاء ملک سرکار عالی کی زندگی نے اُس بصیرت افروز خطبہ سے جو جناب حافظ صاحب نے دیا اپنے اندر ایک خاص ذمہ داری محسوس کی قانوں داں ہونیکی حیثیت سے ملک کے دیگر طبقہ جات سے زیادہ اپنی ذمہ داری کو محسوس کرنے پر وہ فطرتاً مجبور تھے میں اس مبارک دور کے حالات کو جس کا انجام کانفرنس وکلاء کا پہلا اجلاس تھا تفصیل سے عرض کرنا نہیں چاہتا البتہ اس قدر عرض کئے دیتا ہوں کہ اس اجتماعی زندگی کے برکات نے ملک کے لئے قانون داں اشخاص کی خدمات کو اہمیت دی۔ یہہ وہ زمانہ ہے جبکہ ہمارے معزز طبقہ کے اراکین کو دور عثمانیہ نے ملک کی خدمت گزاری کیلئے ایک ایک کرکے چن لیا چنانچہ ان ہی قابل قدر ہستیوں نے مقدمات کے انفصال میں حق و انصاف کا جو نقش چھوڑا ہے وہ نظائر کی شکل میں محفوظ ہے۔ اِن پر ملک کو اعتماد ہے اور حکومت بھی ان کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتی اور ان کی خدمات کا اعتراف شایان شان طریقہ پر کرتی ہے۔

ہماری عدم توجہی اور کانفرنس کی کس مپرسی حضرات! یہہ ہیں وہ واقعات جن سے واضح ہوگا کہ کانفرنس کی اجتماعی حیثیت کی بدولت ملک کے ہونہار اور قابل وسینیر وکلاء کو دور اولیں میں کسقدر وقار حاصل تھا اور ان کے خدمات کی کیا اہمیت تھی؟ اس کے بعد ایک جمود طاری ہوتا ہے۔ ہماری بڑھتی ہوئی تعداد کیا تو غفلت میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ یہانتک کہ ہم وہ نہیں ہیں جو اپنے دور اولیں میں تھے ہم نے اپنی پچھلی روش ہی کو بدل دیا۔ اور اس ناقابل بیان دور سے گذرنے لگے جس میں وکلاء کی کثرت کا خیال امتحانات کی فراوانی کی صورت میں صبح ومسا کی مانند دور قہرین کیا۔ اور ہم نے اس زمانہ میں کوئی حیثیت اجتماعی اختیار نہیں کی۔ اور ہم میں وہ جذبۂ اتحاد مفقود ہوگیا۔ جو ایک تعلیم یافتہ قانونداں طبقہ کا لوازمہ ہے۔ گو ایک دو اجلاس کانفرنس کے اس دور

طویل بیت ہوگئے۔ لیکن اجلاس دوم کے بعد سے اجلاس سوم تک ایک مدت مدید کا سکوت ہماری اس عملی زندگی کا اعمال نامہ ہو سکتا ہے کہ جس میں نہ اضلاع و تعلقات میں انجمنوں کی بنیاد تھی اور نہ بلدہ حیدرآباد کو اس کی مرکزیت ہی حاصل تھی اس غفلت نے ہمارے وقار کو اگر زیادہ نقصان نہیں پہونچایا تو کم از کم اسقدر سہل تر کر دیا کہ وکیل کی زندگی کوئی مابہ الامتیاز نشانات کیلئے نہ بن سکی وکلاء کی وہ ہمہ گیر اور ضروری شخصیت کا اظہار اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ ہم اپنے متعلق غور و فکر کریں اور ہماری منتشر ہستیاں اتحاد کی بندہن سے وابستہ ہوں۔ وکلاء کے اتحاد کی ابتدائی صورت انجمن ہائے مقامی ہو سکتے ہیں اور اس کا انتہائی زینہ کانفرنس جس میں ان مشکلات پر غور کیا جا سکتا ہے جو من حیث المجموع وکلاء کو لاحق ہوئے ہوں اور ان ضروری اشکال پر توجہ کیجا سکتی ہے جن سے اہل ملک قانون کے ثمرات سے متمتع ہو سکیں اگر طبقہ وکلاء ان فرائض خصوصیہ کو فراموش کر جائے تو پھر یہ غفلت نہ صرف طبقہ کیلئے بلکہ اہل ملک کیلئے باعث تشویش ہو جائیگی۔

کانفرنس کا دستور اساسی۔ کانفرنس کے اجلاس کا نہ ہونا اور اس کے اسباب پر مختصراً میں نے توجہ دلائی ہے میری نظر میں ایک وجہ اجتماعی حیثیت کی غفلت کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ہماری کانفرنس نے اپنا عملی قدم دستور اساسی کی ترتیب کیجانب نہیں اٹھایا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ جس طرح قانون بغیر اصول قانون کے مدون و مرتب نہیں ہو سکتا اور نہ تمدن قانون سے متاثر ہو سکتا ہے اسیطرح وکلاء کی اجتماعی زندگی بغیر اساسی دستور کے مناسب طور پر مرتب نہیں ہو سکتی۔ بنیاد جس عمارت کی نہ رکھی گئی ہو اوس عمارت کی سلامتی نہیں چاہی جا سکتی معلوم ہوا کہ کسی گذشتہ اجلاس میں دستور اساسی کی ترتیب کیلئے کانفرنس نے ایک سب کمیٹی بنائی ہے لہذا ہماری خوش قسمتی ہوگی اگر گلبرگہ کا اجلاس دستور اساسی کے منظوری کا شرف حاصل کر سکے۔ جب تک کانفرنس اپنی اس بنیاد کو مضبوط نہ کر لے کانفرنس یا انجمنوں کے کار و بار میں حائلات کا اندیشہ ہے اور اجتماع کے لئے جو ضروری اصول ہیں اس سے طبقہ کے عام وکلاء ناواقف رہیں گے۔

انجمن ہائے وکلاء کا قیام اور الحاق۔ گذشتہ اجلاس کانفرنس میں اس مسئلہ پر کافی

غور ہو چکا ہے کہ حیدر آباد کی مرکزیت طبقہ وکلا کے لئے اسی وقت مفید ہو سکتی ہے جبکہ اضلاع و تعلقات میں بار کے ممبران کی جماعتیں اپنے پیشہ کی حد تک انجمن واری حیثیت اختیار کر لیں اس زمانہ میں معزز صدر نشین کانفرنس نے تحت کے وکلاء کو جہاں جہاں ان کا گذر اپنی ضرورت سے ہوا اس کے نتائج سے باخبر کرنیکی سعی فرمائی ہے۔ صوبہ گلبرگہ کی انجمن وکلاء نے (جس کا مستقر گلبرگہ ہے) کانفرنس وکلاء کی اس قرارداد پر چلنے کی ایک حد تک سعی کی ہے اور اضلاع بیدر و عثمان آباد کا الحاق صوبہ کی انجمن سے ہو گیا ہے اور اضلاع کی انجمنیں بھی اپنی تنظیم و کاروبار کی حیثیت سے لحاظ وقار حاصل کر چکی ہیں۔ اور ان کا دائرہ عمل تعلقات کے وکلاء تک وسیع ہوتا جا رہا ہے اس خصوص میں تعلقات کے وکلاء کی بعض انجمنیں اضلاع کی انجمنوں سے اپنا الحاق کرنے میں ساعی نظر آتی ہیں۔ تعلقات گلبرگہ شریف میں شوراپور کی انجمن نے اپنا الحاق مستقر گلبرگہ کی انجمن سے کر لیا ہے۔ ایسی حالت میں کانفرنس کے اس اجلاس میں اس کی جانب خاص توجہ فرمائی جائیگی۔ اور خصوصاً جبکہ قیام ہائے انجمن اور الحاق کا مسئلہ گذشتہ کانفرنس کا منظورہ ہے موجودہ کانفرنس میں اس امر پر زیادہ غور فرمایا جائیگا کہ بلدہ حیدر آباد کی انجمن کو مرکزیت کی حیثیت صوبہ داری انجمنوں کے الحاق سے حاصل ہو جائے اور صوبہ داری انجمنیں اپنے ہمسایہ اضلاع کی انجمنوں سے موالات کریں۔ اور تعلقات کے وکلاء اضلاع کی انجمنوں سے مستفید ہوں۔ اور اس کام کے جلد سے جلد پایۂ تکمیل کو پہنچانے کیلئے کانفرنس خاص قرارداد منظور فرمائے۔

انجمن ہائے وکلاء کیلئے قانونی لائبریری۔ انجمن ہائے ذیلی و مرکزی کے فراہمی کی نسبت جسقدر توجہ دلائی جاسکتی ہے اُس سے زیادہ انجمنوں کے کتب خانہ جات قانون کی ضرورت ہے عملی طور پر انجمن کا وقار اس کا وہ اثاث ہے جس پر وہ انجمن کی حیثیت سے اپنے پاس رکھتا اور غور کرتا ہے۔ اضلاع اور تعلقات کے وکلاء کے لئے انفرادی حیثیت سے یہ ناممکن ہے کہ قانونی کتب کا ذخیرہ کافی طور پر جمع کر سکیں۔ اور اس سے استفادہ کا موقع ملے اگر ترتیب و الحاق انجمن کیساتھ ساتھ انجمن ہائے ذیلی اپنا مطمح نظر یہ بھی قرار دے لیں کہ وہ کتب قانونی کا ایک اچھا ذخیرہ رکھیں گے اور اس میں وہ مسابقت کی کوشش کریں تو انجمن کے افراد حقیقی معنی میں اس عظمت و وقار کے متحمل ہو سکیں گے۔ ایک وکیل کا سارا سرمایہ

قانونی معلومات ہیں۔ اور قانونی معلومات کا مدار محض مطالعہ کتب قانونی پر ہے۔ پس اس کانفرنس میں اس کے متعلق دلچسپی کے ساتھ ایسی متعدد تحریکات کا پیش کرنا مناسب ہوگا۔ اور ممبران کانفرنس اس پر خاص توجہ فرمائیں گے کہ ہر انجمن کا ایک کتب خانہ ہو اور اس کی عمومیت اس طرح ہو کہ کوئی انجمن کسی حالت میں ضروری کتب سے محروم نہ رہے۔

ممبرانِ انجمن وکلا کی خصوصیات میں اپنے فرض سے سبکدوش نہ ہوسکونگا اگر انجمن ہائے وکلاء کے افراد کی جانب کانفرنس کو متوجہ نہ کراؤں میرا مقصد یہی نہیں ہے کہ ہر مقام پر جہاں چند وکلاء رہتے ہوں اُن کے ہم خیال اشخاص ایک انجمن کی بنا ڈالیں اور اپنا الحاق یا لاتر انجمنوں سے کرلیں۔ دراصل انجمن وکلاء کے ہر ممبر کو اپنے اندر چند خصوصیات کو پرورش کرنا چاہیے۔ علم دوستی، راست بازی، اتحاد بین الوکلاء [illegible] جان کاہی، عمدہ برتاؤ، صبر و قناعت، دیانت داری یہ وہ اوصاف ہیں جو وکیل کو حقیقی معنوں میں وکیل بناتی ہیں اگر انجمن کا ہر فرد ان کو اپنا خصوصی نشان بنائے تو ہمارے طبقہ کا وقار روز افزوں ہوگا اور ہم اہل ملک کی خدمت کرسکیں گے۔ ہم سے یہ ناممکن نہیں ہے کہ ہم ہر انجمن کے قواعد میں ایسے سہل اور ممکن التعمیل اصول بنائیں جس سے ہر انجمن کا ممبر اِن صفات حمیدہ سے متصف ہوسکے۔ عملی میدان میں ہم کو ایسے ماحول میں رہنے کی سعی کرنی چاہیے کہ ہماری اصلی آزادی رائے سلب نہ ہوسکے اور اُن اخلاق کے حاصل کرنے میں آسانی ہو جن سے ہمیشہ وکالت کا وقار روز افزوں ہو اور ہم اہل ملک کے خدمات آسانی سے ادا کرسکیں۔ اور اس کا انسداد بھی نہایت آسان ہے۔ اگر ممبران انجمن اپنا دستور العمل جرأت و آزادی پر رکھیں اور اُن کا شریک انجمن اس سے عاری ہو تو انجمن سے وہ علیحدہ کیا جائے اور اُس حالت میں اس کو لیجایا جائے جہاں اس کو رہنا چاہیے تھا۔ اور وکالت کی مایۂ ناز ہستی ایسے اعضائے مسلوب سے بدنام نہ ہو۔

بنچ و بار کے تعلقات یہ وہ عنوان ہے جس پر بکثرت طبع آزمائیاں ہوچکی ہیں اس سے کون ناواقف ہے کہ بار کے مشکلات کا اضافہ بنچ کی خرابی تعلقات پر ہے۔ اور میں اس امر کا احساس رکھتا ہوں گو وہ صورتیں نہایت شاذ ہوتی ہیں جب بنچ سے اس امر کی توقع ہی نہ ہو

کہ وہ بار سے تعلقات اچھے نہ کہہ سکے۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ بار کا کوئی فرد بنچ سے لڑائی مول لے بار کے ہر فرد کی نظر جو بنچ پر پڑتی ہے ادب و احترام صلح جویانہ ہوتی ہے۔ بار کا یہ مسلمہ ہے (اگر کوئی فرد اپنی ردزی کا اس کو مسئلہ نہ بنائے) کہ بار کی بنچ سے کشیدگی افراد بار کے انتشار کا باعث ہوتی ہے۔ لیکن باوجود اس کے انجمن وکلاء کے ممبروں کو خودداری کو جو شیوہ آزادی و صداقت ہے ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے۔ ہم کو بنچ کی نظر میں وقیع بنانے کے لئے چار دماغ میں سینکڑوں وسائل آگئے ہیں اس میں واحد اور بہترین وسیلہ وکیل کی محنت اور مقدمہ سے باخبری ہے اور یہ اُس کا وہ طرز بیان ہے جس میں دلاویزی ہو۔ اس سے ہم سخت سے سخت دیو کو رام کر سکتے ہیں لیکن اس کا جواب خوشامد پسند طبیعتوں کو خوشامد سے راضی کرنے سے بھی ہو سکتا ہے لیکن اس میں انسان کا ذاتی جوہر آزادی ضائع ہو جاتا ہے اور نیز اس میں گوہر مقصود ہاتھ آتا ہے۔ کانفرنس کو اُن واقعات پر بھی غور کرنا ہے جہاں بار کے صبر اور استقلال کا پیالہ لبریز ہو جاتا ہے اور وہ بنچ کے اُن عملیات روزمرہ سے پریشان آتا اور پریشان رہتا اور پریشان جاتا ہے۔ اور اصولاً کوئی طریقہ اُس کے مانوس بنانے کا نہیں ہوتا۔ ایک ایسا شخص جو عمر بھر زیادہ گوئی دروغ بیانی اور خوشامد پسندی اور خودغرضی اور بد دیانتی میں بسر کیا ہو اگر بار میں پایا جائے تو ممبران انجمن اس کا انسداد اپنے طور پر کر سکتے ہیں لیکن اگر بنچ میں ہو تو کیا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ایسے شخص کی موجودگی ممبران انجمن کے صفات کے بدلنے میں معاون ہوگی اور وہ اُس طرف چلنے لگیں گے اور مورد الطاف ہونگے جس کا امتناع انجمن اور کانفرنس کے دستور اساسی نے کیا ہے۔ پس ہم کانفرنس کی توجہ اس اہم اور مشکل مسئلہ کی جانب دلاتا ہوں کہ ایسی صورتوں میں جس طرح بار کے مریض کا مدارا کیا جاتا ہے اسی طرح یہ زہر ہلاہل بھی بار کے لئے کسی طرح باعث فرحت نہ بن جائے اور اس کے عدم انسداد سے انجمن وکلاء کی اجتماعی زندگی کا جسم و اعضاء اور اس کی اجتماعی حیثیت پریشان نہ ہو جائے۔

مجلس وضع قوانین اور وکلا وکلا کا تعلق مجلس وضع قوانین سے صرف اسقدر ہے کہ وہ اپنے دو نمایندے اِس معزز مجلس میں بھیجتے ہیں انتخابات کا

مقام ہائیکورٹ قرار دیا گیا ہے اور اضلاع اور بلدہ کے وکلاء درجۂ اول دو نام مقدم و موخر پیش کرتے ہیں کانفرنس مجھے معاف فرمائے انتخاب جس طرح بھی ہو آزادانہ رائے سے اُسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ اصلی جذبات خارجی وجوہ سے نرم یا تیز ہونے پائیں بلکہ ہر شخص کو اتنا موقع حاصل رہنا چاہئے کہ وہ آزادانہ اظہار رائے کرے۔ مقام انتخاب کے اضلاع سے دور دراز واقع ہونیکی وجہ سے بھی طبقہ کے تمام افراد کو اظہار رائے کا موقع نہیں ملتا اسلئے یا تو یہ طریقہ اختیار کیا جانا چاہئے کہ ہر ضلع میں انتخاب ہوکر ایک خاص تاریخ تک ہائیکورٹ میں نتائج وصول ہوں یا قبل از وقت کافی مدت میں اضلاع کی انجمن ہائے وکلاء سے مراسلت کیجانی چاہئے اور انجمن ہائے اضلاع سے دو نام وصول ہونے کے بعد مرکزی انجمن اُن میں کثرت آرا پر دو نام چن لے اور مقامی وکلاء کی حاضری میں یہ طے کرے کہ مجلس میں ہمارے کون دو نمایندے مناسب ہونگے۔ اس طرح انتخاب میں مناسب افراد نکل سکیں گے اور ہماری نمائندگی صحیح معنی میں نمائندگی ہوگی۔

خاتمہ میں خاتمہ پر منجانب کمیٹی استقبالیہ آپ کی زحمت فرمائی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کانفرنس کے کاموں کے بخیر و خوبی انجام پانے کی دعا پر ختم کرتا ہوں۔ مجھے امید ہیکہ اب آپ ہمارے اس کانفرنس کے صدر نشین صاحب کی صدارت کی رسمی تحریک کو منظور فرما کر صاحب ممدوح کا قابلانہ خطبہ سماعت فرماویں گے فقط

خطبہ صدارت

کانفرنس وکلاء ممالک محروسہ سرکار عالی

منعقدہ

۲-۳-۴ خورداد ۱۳۳۵ ف بمقام گلبرگہ شریف

از

عالیجناب سید محمد عسکری حسن صاحب ایم۔ اے (آکسن) بیرسٹر ایٹ لا و رکن مجلس وضع قوانین سرکار عالی

محترم حضار :۔

اظہار تشکر | اگر میں یہہ عرض کروں کہ سب سے پہلے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اس محترم اور معزز کانفرنس کا صدر منتخب فرماکر میری عزت افزائی فرمائی تو غالباً آپ اسے رسم و قواعد کی پابندی اور عام دستور کے اتباع پر محمول فرمائیں گے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ میرے سینہ میں تشکر و امتنان کے جو جذبات موجزن ہیں اُن کے اظہار کی نہ میری زبان و قلم میں طاقت ہے۔ اور نہ صفحۂ قرطاس میں اتنی قوت کہ وہ اس بار کا حامل ہو سکے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ عزت جو میرے لئے تا زیست مایۂ صد ناز و افتخار رہیگی۔ میری قابلیت۔ اہلیت یا کاروانی کی نہیں بلکہ آپ حضرات کی مشفقانہ عنایتوں اور مخلصانہ التفات و کرم کی مشکور و ممنون ہے۔ لہذا میں اس موضوع پر خاموشی ہی بہتر سمجھتا ہوں۔ البتہ صرف ایک واقعہ کے اظہار کی اجازت چاہتا ہوں اور وہ یہہ کہ اگر میں نے اپنے ہم پیشہ احباب کی صدا پر لبیک کہا ہے تو یہ آواز اُس سپاہی کی ہے جو اپنی فوج کو سراسیمہ دیکھکر مدد کے لئے دوڑ پڑے نہ کہ اس جنرل کی جو اپنے باقاعدہ اور منتظم دستوں کو فتح و کامرانی کی شاہراہوں پر رہنمائی کرنے کے لئے احکام صادر کر رہا ہو۔ مجھے احساس ہے کہ اس محترم اور فاضل مجمع کی قیادت اور رہنمائی مجھ ایسے ہیچمداں اور کم بضاعت شخص کے حیطہ امکان سے باہر ہے۔ اس کے لئے وہی بزرگ ہستی موزوں اور مناسب تھی جس کا انتخاب آپ کی کمیٹی نے پہلے کیا تھا لیکن جو بار کی بدقسمتی اور بینچ کی خوش قسمتی سے آج ہمارے زمرہ سے نکلکر ہائیکورٹ کی رکنیت کے عہدہ پر فائز ہو گئی ہے۔

میری مراد میرے فاضل اور لائق دوست مولوی محمدؐ اصغر صاحب سے ہے جنکی جدائی پر ہمیں افسوس بھی ہے اور مسرت بھی۔ افسوس تو اس لئے کہ اب ہمیں ان کی قیادت اور رہنمائی میں کام کرنے کا موقع نہیں رہا اور مسرت اس لئے کہ سلطنت کے ایک اہم تر ین کام کے لئے اعلیحضرت خلد اللہ ملکہٗ کی مردم شناس نظر انتخاب ایک ایسے شخص پر پڑی جو ہمارے طبقہ کی ایک فرد ہے اور جس کے اوصاف حمیدہ قابلیت اور کاردانی پر ہمیں ناز ہے اور جس نے ہمارے طبقہ کے وقار کو بلند سے بلند تر کر دیا۔

میں بھی یہ جانتا ہوں کہ موصوف کے علاوہ بھی اس مجمع میں ایسے لوگ موجود ہیں جو علم و فضل میں مجھ سے بدرجہا بہتر اور برتر ہیں اس احساس کے باوجود جس چیز نے میری ہمت کو اس قدر بلند کردیا کہ میں اس اہم اور بزرگ ترین عہدہ کے بار کو قبول کرلوں وہ امتثال امر کی خواہش ہے اور جس چیز نے میرے حوصلہ کو اس قدر بڑھادیا کہ میں اس نازک ذمہ داری کا بوجھ اپنے کاندھوں پر رکھ لوں وہ صرف یہ امید کہ اپنے فرایض سے عہدہ برا ہونے میں آپکی بیش بہا امداد اور آپ کا گرانقدر مشورہ ہر وقت میرے شریک حال رہیگا۔ ممکن ہے کہ میری اور آپ کی متفقہ کوششیں ہم کو کسی ایسے راستہ پر ڈالدیں۔ جو کامیابی کے دروازہ تک ہماری رہنمائی کردے۔

یاد رفتگاں قبل ازیں کہ میں اصل موضوع پر کچھ عرض کردوں مناسب سمجھتا ہوں کہ ایسے بزرگوں کو یاد کرلوں جو آج سے پہلے ہماری صحبتوں کی چہل پہل اور ہماری انجمنوں کی رونق تھے مگر آج وہ دوسرے عالم میں ہیں اور ہم ان کے داغ مفارقت سے بے چین ہیں

(۱) مولوی عبد القیوم صاحب مرحوم

(۲) مولوی سید محمد غلام جبار صاحب المخاطب بہ نواب جبار یار جنگ بہادر مرحوم۔

میں ان مرحومین کا ذکر اس وجہ سے نہیں کرتا کہ یہ ہم میں سے اکثر کے دوست اور بعض کے عزیز تھے بلکہ ان کی یاد کو تازہ کرنا اسلئے اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اگر آج وہ اس مجمع میں ہوتے تو ہم ان کے دیرینہ تجربوں اور مفید مشوروں سے مستفید ہو سکتے اور در اصل اسلئے کہ ان بزرگوں نے اپنے برگزیدہ اخلاق اور پسندیدہ خصائل سے جس طرح ہمارے پیشہ کے وقار کو قایم رکھا اور جس طرح ہمارے طبقہ کی عزت کو بلند کیا اس کا نقش ہمارے دلوں سے مٹائے نہیں مٹ سکتا خداوند عالم کی مشیت اسی میں تھی کہ وہ ان حضرات کے فیوض سے ہم کو محروم کردے اور ہمارے پاس بجز اس کے کوئی چارہ نہیں کہ ہم ان حضرات کے لئے دعاء مغفرت کریں اور ان کے نقش قدم کو اپنا دلیل راہ بنائیں۔

حضرات! چاہتا ہوں کہ آج مختصر الفاظ میں آپ کے سامنے یہ بیان کردوں کہ

وکیل یا قانون داں ہونے کے کیا معنی ہیں۔ اور اس گروہ کی جو طبقہ وکلاء کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے دنیا کے کاروبار میں کیا حیثیت اور کیا شان ہے موضوع بسیط ہے اور گنجائش محدود اس لئے تفصیل کو نظر انداز کر کے چند اصولی باتیں آپ کے سامنے پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔

طبقہ وکلاء کی اہمیت یہ ایک مسلم الثبوت مسئلہ ہے کہ کائنات کی تمام تر بنیاد قانون پر ہے صرف ہمارا ہی کرہ نہیں بلکہ ازل سے جو کچھ خلق ہوا اور ابد تک جو کچھ ہونیوالا ہے کسی نہ کسی قانون کے ماتحت ہوتا ہے اور ہوگا۔ اجسام فلکی کی گردش فضاء کے تغیرات مختلف کرہ ایت کی نشو دنما اور ان کی موجودہ حالت ہماری دنیا کا ارتقاء اس کے حادثات اس کے انقلابات۔ اس کے واقعات ہر چیز کسی نہ کسی قانون کی پابند رہی ہے اور رہیگی انسانی تہذیب و تمدن کو لیجئے ابتدا سے آج تک اس نے جتنی منزلیں طے کیں اور آیندہ جو کچھ ترقی ہوگی سب قانون ہی کی مشکور ہے اور قانون ہی پر ہمیشہ اس کا دار و مدار رہیگا۔ یہ دوسری بات ہے کہ آپ کسی قانون کو قوانین قدرت کے نام سے یاد کریں اور کسی کو تعزیرات اور دیوانی کے نام سے۔ ہماری ترقی کا دار و مدار خواہ وہ کسی شعبہ میں ہو اس پر ہے کہ جہاں ہم رہتے ہوں وہاں امن و امان قایم رہے ہمیں اپنے حقوق کی نگہداشت میں زحمتیں اور دقتیں پیش نہ آئیں ہمیں اپنے فرایض کی بجا آوری میں رکاوٹیں نہ ہوں۔ ہمیں اپنی محنت اور جانفشانی کے ثمرہ پر دوسروں کی دست و برد کا خوف نہ ہو۔ جبتک امن کیساتھ زندگی گذرنیکا یقین نہ ہو کوئی فرد بشر اپنے کاروبار میں انتہائی دلچسپی اور خلوص کیساتھ منہمک نہیں ہوسکتا اور نہ اُس معیار کے ساتھ محنت و عرق ریزی کر سکتا ہے جو جدید معلومات اور ایجادات کیلئے ضروری ہیں اور جن پر ہماری تمام ترقی کا انحصار ہے۔ اسی ضرورت کو محسوس کر کے انسان نے رفتہ رفتہ سلطنتوں اور حکومتوں کی بنیاد ڈالی اور اسی ضرورت کا احساس تھا جس نے سلطنتوں اور حکومتوں کے نظام اور کانسٹی ٹیوشنوں کی عمارت کھڑی کر دی۔ اور آج انہیں کے سایہ میں ہماری ترقی کا پودا سر سبز ہو رہا ہے۔ مگر یاد رکھئے کہ اس عمارت کا سنگ بنیاد قانون ہے اور جن مضبوط

ستونوں پر یہ عظیم الشان محل قائم ہے وہ سنگ تراشوں نے نہیں بلکہ قانون دانوں نے بنائے ہیں۔

یہ ذہن نشین ہوجانے کے بعد کہ دنیا کی تمام ترقیوں کا راز قانون میں مضمر ہے غور فرمائیے کہ وکیل یا قانون داں ہونیکے کیا معنی ہیں اور وہ گروہ جو طبقۂ وکلاء کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اس کی کیا حیثیت اور کیا اہمیت ہے اگر تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ حکومت کی درستگی اور سلطنتوں کی استواری میں قانون داں طبقہ ہی کا ہاتھ رہا ہے بادشاہوں کا زیر و زبر ہونا سلطنتوں کا انقلاب۔ حکومتوں کا الٹ پھیر اسی گروہ کی توجہات کا مشکور ہے۔ نظاموں میں تبدیلی۔ کانسٹی ٹیوشنوں میں اصلاح۔ طرز حکومت میں جدتیں انہیں لوگوں کی شرمندہ احسان ہیں جو قانون دانی اور قانون سازی میں کمال رکھتے ہیں قوموں کی اصلاح۔ تہذیب و تمدن کی درستگی۔ اقتصادی اور معاشی ترقی کے پردہ میں اسی طبقہ کا دماغ تماشہ دکھلا رہا ہے اگر میں اُن قانون پیشہ اصحاب کے نام گنواؤں جنھوں نے زندگی کے مختلف شعبوں میں دنیا پر احسان کیا ہے تو ایسی بسیط فہرست تیار ہو جس کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے آج بھی اگر آپ دنیا کے مختلف ممالک کی حالت پر غور فرمائیں گے تو معلوم ہوگا کہ ہر شعبہ کی ترقی اور اصلاح میں قانون داں اور قانون پیشہ حضرات نے بیش بہا خدمات انجام دی ہیں اور بڑے بڑے جلیل القدر عہدوں پر فائز ہوکر اپنے فرایض کو جس حسن و خوبی سے انجام دیا ہے اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ دور کیوں جائیے خود اپنے ملک کو ملاحظہ فرمائیے کئی صدر المہام ہیں جو قانون سے ناواقف ہیں؟ کئی معتمد ہیں جن کے پاس کوئی نہ کوئی قانون کی ڈگری نہیں؟ ہماری سرکار کے جتنے اہم سررشتہ ہیں ان میں سے اکثر کی باگ قانون داں حضرات کے ہاتھ میں ہے بلکہ ان میں سے اکثر تو ایسے بھی ہیں جو اپنے عہدوں پر فائز ہونے کے قبل پیشۂ وکالت ہی انجام دیتے تھے۔ اسی طرح برٹش انڈیا کی حالت ملاحظہ فرمائیے وہاں بھی ایسی نظیروں کی کمی نہیں۔ قانون پیشہ حضرات کے عہدہ ہائے جلیلہ پر فائز ہونیکے علاوہ وہاں کی عام سیاسی تحریکوں کی باگ بھی انہیں کے ہاتھ میں ہے۔

اسوقت وہاں کی سیاست میں جو کشمکش ہو رہی ہے اس سے آپ بخوبی واقف ہیں۔

ایک طرف تو ایک وہ پارٹی جو اپنے کو قوم اور ملک کا نمایندہ بتاتی ہے اور دوسری طرف وہ گروہ جس کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ہے۔ ان دونوں فرقوں کے خیالات بالکل مختلف اور زاویہ نگاہ بالکل جدا گانہ ہیں۔ جو ایک پارٹی کے مطالبات ہیں اس کو دوسرا فریق تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں اور جو دوسری پارٹی کی مرضی ہے اس کو پہلا فریق ماننے کے لئے موجود نہیں اس تضاد اور اختلاف رائے کے باوجود بھی اگر اس پارٹی کا قائد اور لیڈر ہندوستان کی مایہ ناز قانون پیشہ ہستی پنڈت موتی لال نہرو ہیں تو اُس کمیشن کا گروہ جس کو سرکار نے ہندوستان کے حالات کی جانچ کے لئے مقرر کیا ہے جزائر برطانیہ کے طبقۂ وکلاء کی ایک ممتاز فرد یعنی سر جان سائمن ہیں۔

اس مختصر تقریر سے واضح ہو گیا ہوگا کہ ہمارے روایات کیا ہیں اور ہم کیا ہیں ہم نے جس پیشہ کو اپنے لئے منتخب کیا اس کی اہمیت کیا ہے۔ اس کی شان کیسی ہے اور زندگی کی بسیط فضا میں ہمارے ہوائی جہاز کی پرواز فلک چہارم تک ہے یا اس سے بھی پرے طبقۂ وکلاء کے فرائض حضرات۔ میں نے آپ کا دل خوش کرنے کے لئے آپ کی بہت کچھ توصیف خوانی کر دی لیکن یہ قصیدہ ایرانی شاعروں کی زبان میں نہیں ہے جو کچھ میں نے عرض کیا تاریخ کے صفحات اور ہمارا مشاہدہ اس کے گواہ ہیں۔ مگر اس ثنا خوانی پر اترانے کا موقع نہیں۔ اس قصیدہ خوانی پر ناز کرنیکا محل نہیں۔ کبھی آپ نے یہ بھی غور فرمایا کہ اگر آپ کے طبقے کی عزت و جلالت کا مینار بام فلک سے باتیں کر رہا ہے تو آپ کے فرائض اور پابندیوں کا کوہ سنگلاخ بھی آپ کے سد راہ ہے آپ کے فرائض اتنے ہی کٹھن ہیں جتنا آپ کا مرتبہ بلند ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ایک وکیل کے فرائض مقدمہ کی پیروی اور اپنا پیٹ پالنے پر ختم ہو جاتے ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ہماری ذمہ داری حقداروں کو حق دلانے اور کمزوروں کے حقوق کو محفوظ رکھنے پر بس ہو جاتی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ اخلاق حمیدہ۔ امانت۔ دیانت اور راستبازی ایک کامیاب وکیل کے ادنیٰ صفات ہیں جرائم کے انسداد میں مدد دینا ظالموں کو سزا اور مظلوموں کو جزا دلانے کے علاوہ ملک کی سیاست کو صحیح راستوں پر چلانا۔ قوم کی اخلاقی اور معاشی ترقی کی فکر کرنا اور دنیا کو فتنہ و

فساد کے بڑھتے ہوئے تلاطم سے محفوظ رکھنا بھی ہمارا ہی فرض اور ہماری ہی ذمہ داری ہے ہماری زبان میں ایک مثل ہے جس کو اکثر طنزیہ موقعوں پر استعمال کرتے ہیں یعنی "قاضی جی کیوں دبلے شہر کے اندیشے سے" اپنے محل استعمال پر اس مثل کے خواہ کچھ ہی معنی ہوں لیکن وکیل پیشہ حضرات پر تو یہ مثل حقیقی معنوں میں صادق آتی ہے اور اگر میں یہ عرض کروں تو بیجا ~~نہ~~ ہوگا کہ قاضی جی شہر کے اندیشہ سے دبلے ہوں یا موٹے مگر ایک فرض شناس وکیل کو شہر کا اندیشہ یقیناً دبلا کر دیتا ہے۔

حیدرآباد کے طبقۂ وکلا کی حالت

اب آئیے اور تھوڑی دیر کے لئے اپنا جائزہ لیجئے کیا ہمیں اپنے فرائض کا احساس ہے اور کیا ہم اپنی ذمہ داریوں کو باحسن وجوہ انجام دے رہے ہیں۔ کیا ہمارا طرزِ عمل وہی ہے جو ہماری روایات کے شایان شان ہو۔ اگر اس کا جواب "ہاں" ہے تو۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ ..

اور اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو غور فرمائیے کہ آپ نے اب تک اصلاح کیطرف کیا قدم بڑھایا ہے۔ کیا آپ کے پاس تجربہ کار اور قابل وکیلوں کی کوئی ایسی کمیٹی ہے جس کی مفید رائے اور نیک مشورہ آپ کے لئے شمع ہدایت کا کام کرے کیا آپ کے پاس کوئی ایسا ذریعہ ہے جس سے اس پیشہ میں نئے آنے والوں کو اپنے طرزِ عمل کا خاکہ کھینچنے میں آسانی ہو۔ کیا آپ نے کچھ ایسے قواعد بنائے ہیں جس کی پابندی آپ کے بھائیوں کو لغزش سے بچا سکے۔

میں افسوس کیساتھ عرض کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ ہمارے اکثر افعال ایسے ہوتے ہیں جن سے احتراز بہتر ہے۔ ہم بہت سی باتیں ایسی کرتے ہیں جن سے ہمارے پیشہ کے وقار کو صدمہ پہونچتا ہے۔ ہم بہت سے ایسے افعال کے مرتکب ہوتے ہیں جو ہمارے پیشہ کے شان کے خلاف ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے طبقہ کی آواز کمزور اور ہمارے گروہ کا وقار پست ہے۔ ہمارے ہاتھ شل ہیں ہمارا دماغ ماؤف اور ہمارے قدم سست۔ نہ ہماری وقعت ہے اور نہ مرتبہ شناسی۔ لیکن اس کا الزام نہ حکومت پر ہے اور نہ عدالت پر یہ سب خود کردہ ہے اور اس کا علاج بھی ہمارے ہی ہاتھ میں ہے میں اسوقت اپنی کمزوریوں کی تفصیلی فہرست آپ کے سامنے پیش کرنا نہیں چاہتا مگر خدارا یہ تو محسوس کیجئے کہ یہ کمزوریاں

آپ کو فنا کر دیتی ہیں۔ ان غلطیوں کی دیمک پیشہ وکالت کے پھپکتے ہوئے پودے کی جڑ چاٹے جاتی ہے۔ خواب غفلت سے چونکئے منوانی نیند سے بیدار ہو جیئے اور دیکھئے کہ آپ کیا سے کیا ہوتے جاتے ہیں۔ آج موقع ہے کل دیر ہو جائیگی تو ہاتھ ملئے گا اور پھر تاسف سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

اچھا تو مجھے کہنے دیجئے کہ میری یہ آواز صدا بصحرا نہیں آپ اس پر لبیک کہیں گے اور ضرور کہیں گے۔ یہ مجمع میری امیدوں کو ابھار رہا ہے آج کا اجتماع میری ہمتوں میں جوش پیدا کر رہا ہے کیونکہ اس کانفرنس کا مقصد یہ ہی ہے کہ آپ اپنی انفرادی اور اجتماعی حالت پر متفق ہو کر غور و فکر کریں اپنی کمزوریوں اور خامیوں کی جانچ کریں اور ان کے اصلاح کی تدابیر اختیار کریں۔ تو پھر کمر ہمت چست باندھ لیجئے میدان عمل ہو ثابت قدمی کیساتھ ڈٹ جائیے اتفاق و اتحاد کو اپنا طریق راہ بنائیے۔ مشاورت اور مفاہمت کو اپنا چراغ ہدایت قرار دیجئے نکتہ چینیوں سے بددل نہ ہو جیئے اغیار کے طعنوں سے شکستہ خاطر نہ ہو جیئے۔ پھر دیکھئے تو منزل مقصود آپ کے زیر قدم اور گوہر مراد آپکے زیر دامن نظر آئیگا۔

کانفرنس پر اعتراضات

میں جانتا ہوں کہ اکثر افراد ہماری ان کوششوں کو بے سود سمجھتے ہیں ہماری کانفرنس کو مغربی مشین کا ڈھلا ہوا کھلونا اور ہمارے اجتماع کو میلے ٹھیلے کا مجمع تصور فرماتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ بھی ایک تھیٹر ہے جہاں سال بھر میں ایک مرتبہ تماشا دکھایا جاتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس اسٹیج پر معمولی انسانوں کے بجائے طبقۂ وکلاء کے نوخیز اور امنگ بھرے نوجوان اپنے کرتب اور فن دکھلا کر ناظرین کو محظوظ کرتے ہیں اور جس طرح تھیٹر کا ڈراپ گر جانیکے بعد کچھ نہیں رہتا اسی طرح ہمارے تماشہ کا جلوہ بھی سیمیائی ہے اس سے نہ کوئی عملی فائدہ ہوا اور نہ ہونے کی امید۔

ہمیں ان بزرگوں سے کوئی شکایت نہیں اور نہ ان نکتہ چینیوں کے کہنے کا برا ماننا چاہیئے ہماری کارروائیاں بیشک اسی لئے ہیں کہ ہر شخص ان پر اپنی رائے کے موافق بری یا بھلی نکتہ چینی کرے لیکن میں ان حضرات کی خدمت میں بہ ادب یہ عرض

کرنا چاہتا ہوں کہ کاش وہ اعتراض فرمانے سے پہلے ہماری کانفرنس کے اغراض و مقاصد ملاحظہ فرما لیتے اور اس اجتماع کی علت غائی پر بھی غور فرما لیتے۔ کاش وہ سمجھتے کہ اس کانفرنس کا کام آپس میں صلاح و مشورہ کے بعد ایسے تجاویز سوچنا ہے جو ہمارے طبقہ کی فلاح و بہبود کیلئے ضروری ہوں۔ ان کی تعمیل کانفرنس کے اختیار سے باہر اور ان کا بروئے کار لانا اس کے قدرت سے خارج ہے۔ یہ تو ہمارے طبقہ کے ہر شخص کا انفرادی فریضہ ہے کہ وہ ہماری تجویزوں پر عمل پیرا ہوکر اپنے کو صحیح معنوں میں وکیل کہلانے کا مستحق بنائے۔ ہماری کانفرنس کے متعلق یہ اعتراض کہ اس نے رزولیوشن پاس کئے مگر انکی تعمیل نہیں کرائی ایسا ہی ہے جیسے ہم اپنی مجلس وضع قوانین پر یہ اعتراض کریں کہ اس نے مجموعہ تعزیرات کی تدوین تو کی لیکن جرائم کا انسداد نہ کرسکی۔ اس نے قانون معاہدہ مرتب تو کیا لیکن لوگوں کو اپنے معاہدوں پر قائم رہنے پر مجبور نہ کرسکی۔ ہاں اگر کوئی یہ کہے کہ اس کانفرنس کا وجود ہی عبث ہے تو یہ اور بات ہے میرے نزدیک تو اس کانفرنس سے ہمارے طبقہ کو بہت فائدہ پہونچا اور آئندہ بہت کچھ امید ہے اس میں نہایت مفید تجاویز پیش کئے گئے۔ بہت خوبی سے ان پر بحثیں ہوئیں۔ نہایت آزادی سے ان پر رائے زنی کی گئی۔ مانا کہ ہماری کوششوں کا پھل اُتنا شیرین نہیں جتنا کہ ہونا چاہئے مانا کہ ہماری دوڑ کی حد منزل مقصود سے بہت دور ہے۔ مانا کہ ہماری کشتی ساحل مراد سے بہت پرے ہے۔ مانا کہ ہماری حد نگاہ اس معیار سے بہت نیچے ہے جو ہمارا مدنظر ہے مانا کہ ہماری محنت کی اُجرت بہت قلیل ہے۔ مانا کہ ہماری جانفشانی کا معاوضہ بہت ذلیل ہے لیکن اعتراض کرنے والے یہ تو بتادیں کہ انہوں نے کونسی ایسی تدبیر اختیار کی جو ہمیں عروج کامیابی سے ہمکنار کردیتی۔ انہوں نے کون سے ایسے وسیلہ مہیا کئے جو ہمیں گوہر مراد سے شاد کام کردیتے انہوں نے کونسا ایسا نسخہ تجویز فرمایا جو اس جان بلب مریض کے حلق سے اترتے ہی مسیحائی کا کام کرتا۔ انہوں نے ہمارے طبقہ کی گرتی ہوئی حالت کو سنبھالنے کیلئے کونسے طریقے نکالے اور ہمارے عزت و وقار کو قائم رکھنے کیلئے کونسے ستون کھڑے کئے۔ اگر ہماری کانفرنس بےسود ہے تو وہ ادارہ بتائے جس کی کوششوں نے ہمیں کچھ فائدہ پہونچایا ہو اس انجمن کی نشاندہی کیجئے جہاں طبقہ وکلاء کے فلاح و بہبود کی فکریں کیجاتی ہوں اس مجلس کا پتہ دیجئے جہاں

ہمارے کارناموں کے ترانے گائے جاتے ہوں اور ہماری زشت اعمالیوں کا نوحہ پڑھا جاتا ہو میں اعتراض کرنے والوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر ہمیں اس سے بہتر کوئی طریقہ کار معلوم ہو جائے جس پر ہم عامل ہیں تو ہم نہایت خوشی سے اس کا خیر مقدم کرنے اور پورے انہماک اور جوش کے ساتھ اس پر کاربند ہونے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن اگر یہ حضرات ہمارے سامنے کوئی لائحہ عمل پیش نہیں فرما سکتے اور نہ خود کچھ کرتے ہیں تو پھر ان سے میری بصد عجز یہ التجا ہے کہ خوامخواہ کے اعتراضات سے باز آئیں اور اس نیک کام میں ہمارا ہاتھ بٹا کر آنے والی نسلوں کیلئے اپنی یادگار چھوڑ جائیں۔

حضرات اس موضوع پر آپ کی بہت سمع خراشی کر چکا اب ان مسائل کی طرف آپ کی توجہ منعطف کرانا چاہتا ہوں جو آج کے اجلاس کا مقصد حقیقی ہیں بہت سے اہم مسایل ایسے ہیں جو آپ کی فوری توجہ اور غور و فکر کے محتاج ہیں اور جن پر آپکے طبقہ کی ترقی اور فلاح کا دار و مدار ہے مثلاً۔

(۱) قانون کی تعلیم۔

(۲) وکلاء اور عدالتوں کا تعلق۔

(۳) عدالتوں کی موجودہ حالت۔

(۴) مجالس وضع قوانین۔

(۵) مقدمہ بازی موکلین اور وکلاء کے تعلقات۔

(۶) طباعت و تشہیر فیصلہ جات عدالت۔

(۷) انجمن وکلاء اور اس کے اغراض و مقاصد وغیرہ وغیرہ۔

تعلیم قانونی ہمارے ملک میں اسوقت قانون کی تعلیم کچھ عجیب انتشار اور سراسیمگی کی حالت میں ہے ایک طرف تو یونیورسٹی ہے۔ جہاں بی۔ اے کامیاب حضرات کو دو سال تک قانون کی تعلیم دیکر ایل۔ ایل۔ بی کی ڈگری دیجاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس یونیورسٹی اور اس لاکلاس سے ہمیں بہت کچھ امیدیں ہیں لیکن ابھی تک اس کا طرز تعلیم نقائص سے مبرا نہیں۔ قانون کے طالب علموں کے لئے روزانہ ایک یا دو گھنٹہ لکچر سن کر

اور کتابیں حفظ کر کے امتحان پاس کر لینا کافی نہیں۔ فی زمانہ قانونی تعلیم کا صرف یہ منشاء نہیں کہ پیشہ وکالت کو اچھی طرح انجام دینے والے اور اپنے پسماندوں کے لئے کثیر متروکہ چھوڑ جانے والے افراد پیدا کئے جائیں بلکہ قانون کی تعلیم اس طریقہ پر ہونا چاہیے کہ ایک قانون کا گریجویٹ ملک و قوم کی بہر ادنی اور اعلیٰ خدمت انجام دینے کے قابل ہو۔

امریکہ کے ایک پریسیڈنٹ کا قول ہے کہ "ملک کو ایسے قانون داں تعلیم و یکر پیدا کرنا چاہیے جو مقنن ہونیکے علاوہ مدبر اور سیاست داں بھی ہوں کیونکہ ملک کو مختلف شعبہائے سیاست مثلاً عدالت۔ مجلس وضع قوانین اور دارالعلوم وغیرہ میں ایسے افراد کی ہر وقت ضرورت در پیش رہتی ہے" ایک بہت بڑے مقنن کا قول ہے کہ "وہ مقنن ہے ایسے شخص کو ہونا چاہیے جو ملک کی تمام اہم ذمہ داریوں کو وقت ضرورت نہایت خوش اسلوبی کیساتھ انجام دے سکے" جہاں تک مجھے علم ہے ہماری یونیورسٹی کی قانونی جماعت کے طالبعلموں کے لئے ایسے مواقع بہت کم بہم پہونچائے جاتے ہیں جو ان کو اس بلند معیار پر جلد از جلد پہونچنے میں ممد و معاون ہوں ان لوگوں کیلئے یونیورسٹی کی جانب سے ایک جگہ رہنے کا کوئی خاطر خواہ بند و بست نہیں اگر ہوسٹلوں میں انہیں جگہ دیجاتی ہے تو وہ وہی ہیں جہاں دیگر علوم کے گریجویٹ اور انڈر گریجویٹ بھی رہتے ہیں۔ یونیورسٹی میں ٹوٹوریل سسٹم کے طریقہ پر تعلیم کا کوئی انتظام نہیں طلباء کو پیشہ ور وکیلوں سے تبادلہ خیالات کا بہت کم موقع ملتا ہے بلکہ انہیں اپنے پروفیسروں سے بھی لکچرس کے اوقات کے علاوہ (جس وقت ان کا کام زیادہ تر خاموشی کیساتھ استاد کی تقریر کو سننا اور نوٹ لکھنا ہوتا ہے) بہت کم سروکار رہتا ہے انہیں سیاسی مسائل پر اپنے مباحثوں کی انجمنوں میں تقریر کرنیکی اجازت بہت کم ملتی ہے۔

یہ اور اس کے علاوہ اور نقائص بھی ایسے ہیں جن کی جانب اگر ہم یونیورسٹی کے ذمہ دار اصحاب کی توجہ جلد از جلد مبذول نہ کرائیں گے تو قانونی تعلیم کا اوس اعلیٰ معیار پر پہونچنا جس کے ہم آرزو مند ہیں اور جس کی ملک کو سخت ضرورت ہے بہت دشوار ہوگا۔

انگریزی علاقتیں اور جامعہ عثمانیہ کے ال ال۔ بی	حضرات یہ تو وہ مشکلات ہیں جو عثمانیہ

یونیورسٹی کے شعبۂ قانون کے طالب علموں کو دریپیش ہیں لیکن امتحان پاس ہو جانے کے بعد بھی ہمارے قانونی طیلسانوں کو سخت زحمتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ان کی ترقی کی جولاں گاہ خس و خاشاک سے پاک نہیں نظر آتی ہیں نے سُنا ہے کہ جب قانونی جماعت کے پہلے گروپ کے کامیاب شدہ اصحاب نے ہماری عدالت العالیہ سے سند وکالت حاصل کرنا چاہی تو اس بنا پر انکار کر دیا گیا کہ یہ لوگ کسی نافذہ قانون کی رو سے سند پانیکے مستحق نہیں قرار دئے جاسکتے اور جب تک پیشگاہ خسروی سے فرمان مبارک نہ صادر ہوا ان بیچاروں کو کام کرنیکا موقع نہ ملا لیکن اس سے زیادہ قابل افسوس یہ امر ہے کہ ہماری یونیورسٹی کے سند یافتوں کو رزیڈنسی اور سکندرآباد کی عدالتوں میں ابھی تک کام کرنیکی اجازت نہیں دی گئی ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ سرکار عظمت مدار کے علاقہ کے ارباب اقتداران نوجوانوں کے حقوق کو تسلیم کرنے سے کیوں گریز کرتے ہیں جبکہ ہماری جامعہ کے اسناد کو ولایت اور ہندوستان کی مختلف یونیورسیٹوں نے تسلیم کرلیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمارے قانون کے طیلسانوں کو انگریزی عدالتوں میں کام کرنے سے محروم رکھا جائے جبکہ ان عدالتوں میں مدراس بمبئی اور علیگڈھ وغیرہ کے قانونی طیلسانوں کو پیروی مقدمات کا حق حاصل ہے تو کیوں جامعۂ عثمانیہ کے ال۔ ال۔ بی اس جائز حق سے محروم رہیں جامعۂ عثمانیہ میں ہماری مادری زبان کا ذریعہ تعلیم قرار دیا جانا تو اتنا سنگین جرم نہیں جس کی پاداش میں ہمارے طیلسانوں کو ایسی عدالت میں جہاں کاروبار انگریزی زبان میں ہوتا کام کرنیکے قابل نہ سمجھا جائے کیا بی۔ اے کی ڈگری حاصل کرنیکے بعد یہ لوگ اپنے خیالات کے اظہار انگریزی زبان میں نہیں کرسکتے کیا انگریزی ادب میں اُس معیار پر تعلیم حاصل کرنیکے بعد جو ہندوستان کے تمام دوسری جامعوں میں رائج ہے۔ ہمارے گریجویٹ عدالتوں کے لکھے ہوئے فیصلہ جات اور احکام یا انڈین کیسیس سمجھنے سے قاصر سمجھے جاتے ہیں۔

اگر ہماری جامعہ کی طرز تعلیم اور نصاب پر نظر ڈالی جائے تو برٹش انڈیا کے مقررہ کورس اور طرز تعلیم سے یہاں کوئی فرق نہیں۔ یہ بھی نہیں کہ ہمارے ملک کے قوانین برٹش انڈیا کے قوانین سے بیگانہ ہوں۔ یہ بھی نہیں کہ بڑے بڑے انگریز مقننوں کے لکھے ہوئے

شرح اور تبصرے ہمارے طالب علموں کی نظر سے نہ گذرتے ہوں یہ بھی نہیں کہ دوران تعلیم میں یہ لوگ انگریزی زبان میں قانونی مسائل پر بحث و مباحثہ نہ کرتے ہوں یہ بھی نہیں کہ قانون کے عملی پہلو پر غور کرتے وقت یہ لوگ صرف مقامی عدالتوں کے نظائر پر اکتفاء کرتے ہوں اور برٹش انڈیا کی عدالتوں کے نظائر سے نابلد رہتے ہوں تو پھر ہمیں بتلایا جائے کہ ان میں وہ کونسی کمی ہے جو انگریزی عدالتوں میں کام کرنے سے مانع ہے وہ کونسی خصوصیت ہے جو دوسری جامعوں کے لا گریجوٹیس کا طرۂ امتیاز ہے وہ کونسے اوصاف ہیں جو دوسروں میں ہیں اور ان میں نہیں وہ کس خاص فضیلت کا کہنا ہے جس کو پہنکر ہمارے طیلسان انگریزی عدالتوں میں کام کرنیکے قابل تصور کیئے جائینگے وہ کس علمیت کی دستار ہے جو زیب سر کئے بغیر ہمارے طیلسانوں کی قابلیت تسلیم کرنے سے انکار ہے مجھے اپنے جامعہ کے اعلی کارکنوں سے شکایت ہے کہ انھوں نے اس طرح کی ناانصافی کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہیں کی وہ اپنے ہونہار فرزندوں کے حقوق پائمال ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ اور ان کے دلوں پر چوٹ نہیں لگتی کالج کے پرنسپل اور جامعہ کے سنڈیکیٹ صاحب کا یہ فرض تھا کہ وہ اس اہم مسئلہ کی طرف توجہ فرماتے لیکن جہاں تک مجھے علم ہے انہوں نے

”اگر خواہی سلامت برکنار است“

پر عمل کرنا زیادہ قرین مصلحت سمجھا۔

دوسری طرف ہائیکورٹ کے قانونی امتحانات ہیں جن کی شان بالکل جداگانہ ہے۔ درجہ اول کے امتحان کے لئے میٹرک پاس ہونیکی شرط کیساتھ دو سال ہائیکورٹ کے لا کلاس کی حاضریاں بھی لازمی ہیں لیکن جب ہم اس امتحان کے نتائج پر غور کرتے ہیں تو بہت تعجب ہوتا ہے کہ اس امتحان کو اب تک کیوں باقی رکھا گیا۔ گذشتہ پانچ سال میں کل اونتالیس......... طالب علم شریک ہوئے جن کے منجملہ صرف دس سات) کامیاب ہوئے جب اس لا کلاس کی یہ حالت ہے کہ ملک کے نوجوان اس کی طرف مطلق توجہ نہیں کرتے اور اس میں اتنی بھی کشش اور جذب نہیں کہ ہر سال میٹرک

کامیاب ہونیوالوں کی تعداد کا ایک فیصدی بھی اس کلاس سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہو اور جب اس کے نتائج میں کامیاب ہونیوالوں کا سالانہ اوسط یہ رہا رہتا ہو تو پھر ایسے کلاس پر سرکار یا ملک کا کثیر روپیہ صرف کرنے سے کیا حاصل۔ میرا مطلب اس سے یہ نہیں ہے کہ اس کلاس کا خاتمہ کر دیا جائے بلکہ میری رائے یہ ہے کہ اس کی کس مپرسی اور اس کی جانب بے توجہی کے جو اسباب ہیں ان پر غور و فکر کرکے انکے دفعیہ کی کوشش کیجائے۔ آج کل جب کہ برٹش انڈیا کے اکثر صوبہ جات میں امتحان وکالت کے لئے بی۔ اے کی قید اڑا دینے پر زور دیا جارہا ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے یہاں ایک ایسا کلاس جہاں صرف میٹرک کی قید ہو کیوں بے توجہی اور کم التفاتی کا شکار ہے میری ناچیز رائے میں تو اس خرابی کی ذمہ دار نتائج کی افسوسناک اور دل شکن حالت ہے اور یقیناً نتائج کے خراب یا اچھے رہنے کا انحصار بڑی حد تک طرز تعلیم کی عمدگی یا برائی پر ہے اگر آپ حضرات بھی اس مسئلہ میں میری رائے سے متفق ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ عدالت العالیہ کی منتظمہ جماعت کے سامنے اس اہم مسئلہ کو پیش کرکے ان نقائص کا تدارک نہ کرا لیا جائے جن کی بدولت ایک طرف تو ملک کے نوجوانوں پر اور دوسری طرف طبقۂ وکلاء پر برا اثر پڑ رہا ہے۔

درجہ سوم کا امتحان وکالت

درجہ سوم کے امتحان وکالت کے متعلق میں کسیقدر صاف گوئی سے کام لینا چاہتا ہوں اس امتحان کے لئے صرف مڈل کامیاب ہونیکی شرط ہے اور بس ارباب حل و عقد نے اس ڈگری کو اس قدر وقیع تصور فرمایا اور مڈل پاس کرنیوالوں کی قابلیت اور اہلیت کا رعب ان کے دلوں پر کچھ ایسا طاری ہوا کہ انہوں نے ان کے لئے کسی باقاعدہ قانونی تعلیم کو ضروری نہ سمجھا گویا مڈل پاس ہونا ہی کسی اوستاد کے قانون فہمی کی سند ہوگئی۔ نہ لا لکچر سننے کی ضرورت اور نہ قانون کے مطالعہ کی حاجت قانونی دقائق پر عبور حاصل کرنے کے لئے میکملن مڈل ریڈر اور بزم اردو یا گنجینۂ ادب اور طریق سعادت پڑھ لینا کافی ہے ذرا ہماری تعلیم قانونی کے سسٹم کے اس تفاوت کو ملاحظہ فرمائیے۔ کہ ایک طرف تو

بغیر چار سال کالج میں تعلیم پائے۔ اور بی۔ اے کی ڈگری حاصل کئے تعلیم قانونی کا حاصل کرنا محال اور دوسری طرف صرف مڈل کی کامیابی قانونی تعلیم حاصل کرنیکا معیار ہے اگر ہمارے ملک میں علم کا چرچا عام ہوگیا ہوتا اور کچھ خانگی انسٹی ٹیوشنس ایسے موجود ہوتے جہاں تعلیم کا انتظام باقاعدہ اور قابل اعتماد طریقہ پر ہوتا تو شاید ہماری کسی قدر اشک شوئی ہوجاتی لیکن آپ جانتے ہیں کہ ہم میں ابھی تعلیم و تعلم سے اس قدر شوق اور دلچسپی پیدا نہیں ہوئی ہے۔

جہاں تک نفس قانون اور قانون دانی کا تعلق ہے میرے نزدیک بیرسٹر، ایل ایل بی۔ اور وکیل درجۂ اوّل اور وکیل درجۂ سوم میں کچھ فرق نہیں۔ مقدمہ کی ابتدائی ترتیب اور پیروی میرے نزدیک نہایت اہم کام ہے جس کے لئے اچھی خاصی استعداد اور قابلیت کی ضرورت ہے۔ بسا اوقات عدالتہائے تحت میں ایسے پیچیدہ قانونی مسائل پیش ہوجاتے ہیں جن پر بحث کرنا آسان کام نہیں۔ اکثر اوقات ایسی ٹکنکل دقتیں) گتھیاں پڑجاتی ہیں جن کا سلجھانا معمولی عقل و فراست والے انسان کا کام نہیں جو لوگ مرافعہ کی عدالتوں میں کام کرتے ہیں وہ جانتے ہوں گے کہ مقدمہ کی ابتدائی حالت خراب ہوجانے کی وجہ سے انہیں کیا کیا دقتیں پیش آتی ہیں اور بسا اوقات موکلین کا اس سے کس قدر نقصان ہوجاتا ہے: مجھے بدقسمتی سے ایسے وکیلوں کا تجربہ ہے جو مجھ غریب کے نام کے ہجے "الف۔ ر۔ ک ر۔ ی" اور "ع۔ ص۔ گ۔ ر۔ ی" لکھتے۔ ایسے وکیلوں کی نظیریں بھی موجود ہیں جو حتی لامکان کو حتی۔ لا رمکان پڑھتے ہیں ایسے وکیل بھی موجود ہیں "جو امر مانع تقریر مخالف" سے یہ مطلب سمجھتے ہیں کہ ان کے فریق مخالف کو بحث کرنے کا کوئی موقع نہ ملنا چاہیئے اب غور کرنا چاہیئے کہ ایسے لوگ ہمارے فرقہ کے عزت و وقار کو کہاں تک قایم رکھ سکتے ہیں۔ ان کی موجودگی سے قانونی کام خراب ہونے اور موکلوں اور عدالتوں کے دلوں میں ہمارے طبقہ کی بدرعبی ہونیکے علاوہ جو برا اخلاقی اثر ہمارے اوپر پڑتا ہے میں اسے یہاں بیان کرنا نہیں چاہتا میں نہیں کہتا کہ ایسے لوگ صرف درجۂ سوم ہی کے وکیل ہیں ممکن ہے کہ ان میں سے بعض اس نام نہاد امتحان کی یادگار بھی ہوں جس کا نام جوڈیشل تھا اور جس کا رونا میں اس وجہ سے نہیں روتا کہ ہماری خوش قسمتی سے یہ امتحان اب موقوف ہوگیا ہے گو اس کے گذشتہ

کار ناسوں کے اثرات سے ابھی ہم نجات نہیں ملی۔ مجھے اپنے درجہ سوم کے ہم پیشہ بھائیوں سے قوی امید ہے کہ وہ میری اس تقریر کا برا نہ مانیں گے میں صحیح عرض کرتا ہوں میرا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ کسی طبقہ کے وکلاء کی برائی کروں یا کوئی بات ایسی کہوں جو کسی کے لیے باعث رنج و تکلیف ہو مگر جس طرح ایک طبیب کا فرض ہے کہ مرض کی صحیح تشخیص کر کے مریض کو اس کے علاج کی طرف متوجہ کر دے جس طرح ایک جہاز ران کا فرض ہے کہ آنیوالے طوفان سے مسافروں کو خبردار کر دے جس طرح ایک آگے چلنے والے کا فرض ہے کہ نشیب و فراز سے پیچھے آنے والوں کو آگاہ کر دے اسی طرح اگر میں آپ کے سامنے اپنی فرد گذاشتوں کی نشاندہی نہ کروں اور آپ کو ان کے علاج کی طرف مائل نہ کروں تو یقیناً میں اپنے ایک اہم فرض کی بجا آوری سے قاصر ہوں گا۔

مجھے اعتراف ہے کہ درجہ سوم کے وکلاء میں بھی بہت سی ہستیاں ایسی ہیں جنھوں نے اپنے فرائض نہایت خوش اسلوبی اور قابلیت سے انجام دینے کے علاوہ ملک و قوم کی قابل قدر خدمات کی ہیں۔ انہوں نے ایسے مقامات پر رہکر جہاں کم علمی اور جہالت کی تاریکیاں چھائی ہوئی تھیں بہت سی مفید اور کار آمد تحریکوں کی ابتدا کی ہے اور اپنے ملکی بھائیوں کی حالت کو سنبھالنے کے لئے دامے درمے سخنے قدمے امداد سے دریغ نہیں کیا۔ لیکن میرے دل کی تمنا تو یہ ہے کہ ہمارے طبقہ کا جو فرد ہو وہ بے نظیر۔ ہمارے باغ کا جو پھول ہو وہ لاثانی ہماری لڑی کا جو موتی ہو وہ انمول اس لئے میں نے اس اہم مسئلہ کو آپ کے سامنے ان الفاظ میں پیش کیا ہے جو ایک دکھے ہوئے دل اور چوٹ کھائے ہوئے قلب کی زبان سے نکلے ہیں تاکہ آپ اس کے ہر پہلو پر غور فرما کر اصلاح کی مناسب تجویزیں نکال سکیں۔

یہ بھی عرض کر دوں کہ اس معاملہ میں ہم جو تدابیر بھی اختیار کریں ان کا اثر کسی حیثیت سے درجہ سوم کے موجودہ وکلاء پر نہیں پڑیگا ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ آیندہ کے لئے اس خرابی کا سدباب کر دیں اور اس سے کسی گروہ پر بد اثر پڑنے کی توقع نہیں۔

وکالت پیشہ خواتین کی ضرورت

حضرات :- اس ضمن میں آپ کے سامنے ایک اور ضروری امر بھی پیش کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ ہمارے یہاں ابھی تک عورتوں کی قانونی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں اور نہ ہمارے ملک کی خواتین نے اس پیشہ کی طرف اپنی رغبت و توجہ کا اظہار کیا ہے۔ اگرچہ برٹش انڈیا میں اب صنف نازک نے زندگی کے دیگر شعبوں کی طرح اس کام میں بھی ہماسا ہاتھ بٹانا شروع کر دیا ہے ہمارے ملک میں قانون پیشہ خواتین کی اشد ضرورت ہے کیونکہ ملک کی بہت سی خواتین صاحب جاگیر ہیں اور ان کے معاملات اکثر عدالتوں میں پیش ہوتے رہتے ہیں لیکن پردہ کا عام رواج ہونے کی بدولت ان کے اظہار اور بیان لینے میں سخت دقتیں پیش آتی ہیں بعض بی بیاں تو ایسی ہیں کہ اپنی آواز بھی نامحرم کو سنانا گوارا نہیں کرتیں اور کمیشن کے ذریعہ سے بھی ان کا اظہار لینا یا ان پر جرح کرنا ممکن نہیں اگر عورتیں بھی وکالت کا پیشہ انجام دینے لگیں تو یہ دقتیں بآسانی رفع ہو جائیں گی۔

عدالتیں

حضرات :- اب ہمیں ملک کی عدالتوں پر بھی تھوڑی دیر کے لئے غور کرنا چاہیئے بنچ اور بار کا تعلق ایسا ہی ہے جیسا کہ جسم و روح کا انصاف کے جسد کا اگر دہنا ہاتھ عدالتیں ہیں تو بایاں ہاتھ وکلاء اگر عدالتیں اپنی فرائض کو پوری طرح انجام نہ دے رہی ہوں اور ان سے جو ان کے قیام کا حقیقی منشاء ہے وہ پورا نہ ہوتا ہو تو وکلاء کا وجود بھی بڑی حد تک بے معنیٰ اور بے مصرف ہو جائے گا انصاف کرنا معمولی کام نہیں جس وقت میں عدالتوں کی ذمہ داریوں پر غور کرتا ہوں تو یقین مانیئے کہ میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جن اعلیٰ صفات کی ایک جج کے لئے ضرورت ہے اگر وہ تمام انسانوں میں پیدا ہو جائیں تو پھر دنیا جنت ہو جائے۔ میرے نزدیک تو ایک ولی اور جج میں صرف ایک قدم کا فصل ہے اب سوچیئے کہ اگر کوئی شخص ولی کہلانے کے بعد اپنی خواہشات نفسانی کو پورا کرنے کی غرض سے اپنے مریدوں کو غلط راستہ پر لگائے۔ اگر وہ دنیا کے جاہ و جلال کی ہوس میں اپنے پیروؤں کو دھوکہ دے اگر وہ دولت و ثروت کی خواہش میں اپنے تابعین کو گمراہ کرے اگر وہ اپنے مرتبہ اور اختیارات سے ناجائز فائدہ اٹھائے تو پھر ہدایت

وارشاد کا کیا حال ہوگا اور مریدوں کا کیا حشر ہوگا ایسی دلی کی ولایت کا راز منکشف ہو جانیکے بعد آپ کی نظروں میں اس کی کیا وقعت رہے گی۔ اور ہماری عدالتیں اور اس منصف حقیقی کی عدالت جو عدل و انصاف کا مبداء ہے ایسے شخص کے لئے کیا سزا تجویز کریگی۔ خدا نہ کرے کہ کسی ملک کی عدالتیں اپنے فرایض کو بھول کر اپنے اختیارات کو ذاتی مفاد پورا کرنیکا آلہ کار بنائیں ہمیں اپنی ان عدالتوں پر فخر کرنا چاہئے جنھوں نے دیانت اور ایمانداری ہمیشہ اپنا نصب العین رکھا۔ جو اپنے عہدہ کے لحاظ سے نہیں بلکہ حقیقی معنوں میں منصف اور جج کہلانے کے مستحق ہیں۔

حضرات: ۔صرف عدالتوں کی دیانت اور ایمانداری ہی عدالتی نظام کا معیار نہیں بلکہ ان کی تنظیم ایسی ہونا چاہئے کہ رعایا کو انصاف حاصل کرنے میں بے جا دقتیں پیش نہ آئیں اور لامتناہی مدت درکار نہ ہو۔ اسی نکتہ پر نظر کرکے ملک کے مختلف حصوں میں وہاں کے معاشرتی اور رواجی حالات کے مطابق عدالتیں قائم کیجاتی ہیں جنکے ذریعہ سے ملک کے قانون کا نفاذ بدرجۂ احسن ہوتا رہتا ہے لیکن مجھے افسوس کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ اس لحاظ سے ہم اپنے عدالتی نظام کو ابھی مکمل نہیں کہہ سکتے جس قانون کے نفاذ کے لئے ہماری عدالتیں قائم ہیں اس کے حسن و قبح پر یہاں بحث کی گنجائش نہیں اس وقت صرف یہ دکھلانا مقصود ہے کہ عدالتوں کا ابتدائی منشاء کہ رعایا بآسانی انصاف حاصل کرسکے اور اس قانون کے فوائد سے متمتع ہوسکے جو ان کے لئے وضع کیا گیا ہے ہماری موجودہ عدالتوں سے پورا نہیں ہورہا ہے اور ابھی تک ملک کے باشندوں کو عدالتوں کی طرف رجوع ہونے میں بہت زحمتیں اٹھانا پڑتی ہیں۔ ہماری عدالتوں کی تعداد ملک کی آبادی اور رقبہ کا لحاظ کرتے ہوئے بہت کم ہے بہت سے مقامات ایسے ہیں جہاں اگر منصفیاں قایم کردی جائیں تو رعایا کو چھوٹے چھوٹے مقدمات کیلئے دور دراز کا سفر گوارا کرنیکی زحمت نہ پڑیگی علی الخصوص جبکہ ہمارے ملک کے ذرایع حمل و نقل میں ابھی تک خاطر خواہ ترقی نہیں ہوئی ہے۔ اسی طرح ہمارے سارے ملک میں صرف چار عدالتہائے سشن ہیں۔ ان مقامات کے فصل و بعد کا لحاظ کرتے ہوئے

جو ان عدالتوں کی حد سماعت کے اندر واقع ہیں یہ تعداد یقیناً ملک کی ضروریات پورا کرنے کے لئے کافی نہیں اور نہ حصول انصاف کو سہل اور آسان بنانے کے قابل ہے اگر ہر ضلع میں نہیں تو کم از کم بڑے بڑے ضلعوں میں عدالت ہائے سشن قایم کردی جائیں تو بہت آسانی ہو جائے گی ۔

عدالت العالیہ اور بلدہ کی عدالتیں | بلدہ کی عدالتیں بھی خواہ دیوانی ہوں یا فوجداری کام کی زیادتی کی شاکی نظر آتی ہیں اور مقدمات کے التوا کا سلسلہ بعض اوقات ابدالآباد تک جاری رہنے کی دھمکی دیا کرتا ہے ۔علی الخصوص دیوانی بلدہ میں نظامت ہنجم شکست ہوجانے کے بعد سے کام کی جو کثرت ہوگئی ہے اس سے ہر بلدہ کا وکیل واقف ہے ہائیکورٹ کے مرجوعہ میں بھی روز بروز اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے اور ارکان کی تعداد میں اضافہ کی ضرورت محسوس کیجانے لگی ہے ۔

عدالتوں کی تعداد میں کمی کی بدولت مقدمات کے منفصل ہونے میں جو تاخیر ہوتی ہے وہ اکثر صبر شکن اور مایوس کن ثابت ہوتی ہے کوئی نہیں کہہ سکتا جو مقدمہ آج دائر ہوا ہے اس کے نتائج کا ثمرہ دائر کرنے والے کو ملیگا یا اس کی دوسری اور کبھی کبھی تیسری پشت کو انفصال مقدمات کے لئے سالہا سال کی مدت درکار ہوتی ۔ اس حالت پر تو ہم اطمینان کی نیند نہیں سو سکتے اور ہمیں قوی اُمید ہے کہ ہماری توجہ دہانی پر ہمارے روشن دماغ ہیر مجلس ضرور ان نقائص کو رفع کرنے کی کوشش فرمائیں گے ۔

ممالک محروسہ سرکاری کی جوڈیشیل رپورٹ بابتہ ۱۳۳۵ف اسوقت میرے سامنے ہے اس کے بعد کی رپورٹ ابھی تک زیر طبع ہے ۔اس رپورٹ کے متعلق سرکار عالی کی جو تنقید ہے اس کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ باوجودیکہ سال زیر رپورٹ میں صیغۂ ابتدائی دیوانی اور فوجداری کا مرجوعہ بمقابلہ سال ماسبق کے کسی قدر گھٹا ہوا رہا پھر بھی مقدمات ملتویہ زائد یکسال کی تعداد بقدر (۴۰۸) بڑھ گئی ہے صیغہ مرافعہ دیوانی کے متعلق ان الفاظ میں ریویو کیا گیا ہے ۔

"مقدمات فیصلہ طلب کی تعداد (۵۰۲۸) بمقابلہ (۴۳۹۳) سال ماسبق بھی جن

میں سے (۲۶۶۳) بمقابلہ (۲۵۹۳) سال ماسبق اندرون سال فیصل ہوئے نتیجہ یہ کہ سال ماسبق کی بقایا (۱۵۰۰) سے بڑھکر اس سال (۲۳۶۵) ہوگئی اور اوسط ایام دوران بھی (۱۲۳) دن سے (۱۵۲) دن ہوگیا سال ماسبق میں بھی اوسط ایام دوران (۱۲۳) تھا جس کی نسبت سال ماسبق کی تنقید میں میر مجلس صاحب کو توجہ دلائی جا چکی اور اب بھی بقایا اور ایام دوران کیجانب مکرر توجہ دلائی جاتی ہے۔

اسی "طرح عدالت ہائے اسمات میں بھی ملتویہ مقدمات کی تعداد (۲۱۶۱) سے بڑھکر اس سال (۲۳۴۸) ہوگئی" اور ایام دوران کا اوسط (۲۵۹) سے (۲۷۷) دن ہوگیا" فوجداری مقدمات کے متعلق اس طرح ریویو کیا گیا ہے۔

"خالصہ کی عدالتوں کے مقدمات ابتدائی نمبری کا اوسط دوران ۳۴ دن سے ۴۴ دن ہوگیا اور عدالتہائے جاگیرات ۶۷ دن سے (۷۶) دن۔ مقدمات فوجداری میں ایام دوران کا بڑھنا سخت قابل اعتراض ہے"

اس ریویو سے میں نے التوائے مقدمات کی بابت جو کچھ عرض کیا ہے اس کی پوری پوری تصدیق ہو جاتی ہے۔

یہ امر قابل غور ہے کہ اس وسیع ریاست میں صرف ایک عدالت العالیہ ملک کی ضروریات پورا کرنے کے لئے کافی ہے یا جس طرح صوبہ ممالک متحدہ اگرہ اودھ میں الہ آباد ہائیکورٹ کے علاوہ اودھ چیف کورٹ قایم کردیا گیا ہے اسی طرح یہاں بھی ایک مرہٹواری چیف کورٹ قایم کرنیکی ضرورت ہے۔

دارالقضاء | یہ عدالت بھی اصلاح کی محتاج ہے بسا اوقات یہاں نہایت اہم اور پیچیدہ قانونی مسائل پیش ہو جاتے ہیں اس کے علاوہ اس عدالت کے اختیارات بھی جہاں تک رقم کا تعلق ہے غیر محدود ہیں۔ میرے فاضل دوست مولوی محمد اصغر صاحب رکن عدالت العالیہ نے سنہ ۱۳۳۰ف کی کانفرنس میں اپنے خطبۂ صدارت میں تجویز فرمایا تھا کہ اس عدالت کو ہائیکورٹ میں شامل کرکے وہاں ایک پروبیٹ اور ڈائی وورس بنچ علیحدہ قایم کردی جائے۔ یہ تجویز نہایت معقول تھی لیکن بدقسمتی

سے ہمارے صدر کی صدا نقار خانہ میں طوطی کی آواز ثابت ہوئی اگر ارباب حل وعقد اس عدالت کے علیحدہ قیام کو ازبس ضروری سمجھتے ہیں تو یہاں ایک ایسے شخص کا تقرر ہونا چاہیئے جس کا گریڈ کم از کم سشن جج کا ہو ۔

جوڈیشل کمیٹی | جوڈیشل کمیٹی کی جانب میرے پیشرو گذشتہ اجلاس میں آپ کی توجہ مبذول فرما چکے اور نہایت معقول تجاویز آپ کے سامنے پیش فرما چکے ہیں میں اسپر کسی اضافہ کی ضرورت نہیں سمجھتا اور اس لئے اسے نذر انداز کرتا ہوں ۔

البتہ اس سلسلہ میں دیہی پنچایتوں کے قیام کی ضرورت کی طرف آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں ۔ ہمارے ملک کی معاشرتی اور تمدنی حالات کا لحاظ کرتے ہوئے یہ عدالتیں بہت مفید ثابت ہوں گی برٹش انڈیا کے بعض صوبوں میں دیہی پنچایتیں خاص قانون کے ماتحت نہایت کامیابی کیساتھ کام کر رہی ہیں ۔

وکلاء اور عدالتوں کا باہمی تعلق اور برتاؤ | **حضرات** :۔ اسی ضمن میں عدالتوں اور وکلاء کے باہمی تعلق اور برتاؤ پر ایک سرسری نظر ڈالنا مناسب ہوگا ۔ اس سے قبل میں نے وکلاء اور عدالتوں کے قریبی تعلق کی نسبت اشارتاً کچھ عرض کیا ہے اس فاضل مجمع کے سامنے اس تعلق کی اہمیت کو زیادہ واضح کرنے کی ضرورت نہیں صرف اسقدر اور کہنا چاہتا ہوں کہ اگر انصاف کی مشین چلتی رہنے کے لئے وکلاء اور عدالتوں کا تعاون ضروری مان لیا جائے تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ اس تعلق کا خوشگوار اور مخلصانہ رہنا بھی ازبس ضروری ہے اور تعلقات کی خوش گواری ہر دو فریق کی خلوص نیت ، رواداری ، حلم وبردباری ، عمدہ برتاؤ اور خوش اخلاقی پر منحصر ہے ۔ عدالتوں کی نسبت تو میں بہ ادب یہ عرض کروں گا کہ انہیں ۔

"جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے"

کے زرین مقولہ کو کبھی فراموش نہ کرنا چاہیئے اور وکلاء کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کرنا چاہیئے جو ان کے پیشہ کے عزو وقار کو صدمہ پہنچائے ادنی فروگذاشتوں پر غیض و غضب کے جذبات سے متاثر ہو کر سخت تعزیری تدابیر اختیار کرنا صاحب اقتدار اصحاب کے

بے زیب نہیں معمولی باتوں پر مشتعل ہو کر بیجا اور نامناسب الفاظ استعمال کرنا صاحب عقل و فہم حضرات کی شان سے بعید ہے۔ اس موقع پر الہ آباد ہائیکورٹ کا ایک فیصلہ آپ کو سنانا چاہتا ہوں۔

مقدمہ کے واقعات یہ ہیں کہ ایک وکیل صاحب پر منصف صاحب نے تحقیر عدالت کا مقدمہ چلا کر سزا دی۔ وکیل کیجانب سے اپیل پر جج نے بھی فیصلہ کیا کہ جو الفاظ وکیل نے استعمال کئے وہ توہین آمیز تھے۔ وکیل صاحب نے منصف صاحب کو ہر چند یقین دلایا کہ اُن کے الفاظ کا منشاء ہرگز عدالت کی توہین نہ تھا لیکن انہوں نے اس کو قبول نہ فرمایا۔ ہائیکورٹ میں جب مرافعہ کیا گیا تو فاضل جج نے اس لئے کہ منصف صاحب کو معذرت کے رد کر دینے پر دوبارہ غور کرنے کا موقع ملے ان الفاظ کیساتھ مقدمہ کی سماعت کے التواء کا حکم صادر فرمایا کہ "میرے نزدیک لائق منصف کو وکیل صاحب جیسے حیثیت والے آدمی کی جانب سے جب یہ یقین دلایا جا رہا تھا کہ ان کا ارادہ ایسے الفاظ استعمال کرنیکا نہ تھا جس سے توہین عدالت ہو اور نہ انہوں نے ان الفاظ کو عدالت کے متعلق استعمال کیا تو ان کے اس بیان کو تسلیم کر لینا چاہئے تھا۔ ایک جج کو بار کے ایک معزز رکن کے اُن الفاظ پر جو نیک نیتی سے کھے گئے ہیں پورا اعتماد کرنا چاہئے" لیکن منصف صاحب نے اس پر بھی اپنی ضد پر قائم رہنا مناسب تصور کیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ ہائیکورٹ نے ملزم کی معذرت کافی سمجھکر سزا کا حکم منسوخ کر دیا (الہ آباد لا جنرل نمبر ۹۵۵) اسی طرح پنجاب ہائیکورٹ نے یہ فیصلہ صادر فرمایا ہے کہ اشتعال طبع کی وجہ سے معمولی بدعنوانیوں پر عدالتوں کو زیادہ نوٹس نہ لینا چاہئے (پنجاب وکلی رپورٹ سنہ ۱۹۱۲ء)

اس تقریر سے میرا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ ہماری کسی قسم کی رعایت کیجائے یا ہماری بدعنوانیوں اور نازیبا حرکات پر ہم کو سزا نہ دیجائے۔ ہم عدالتوں سے بیجا مراعات کے طالب نہیں بلکہ میرے نزدیک تو ایسے مراعات ہمارے لئے مضر ثابت ہوں گے اگر ہم وکیل کہلانے کے بعد افعال قبیحہ کے مرتکب ہوں تو ہمیں

سخت سے سخت سزا ملنا چاہیئے مجھے سخت شکایت ہے کہ جب ہماری ایسی لغزشیں عدالت کے سامنے پیش ہوتی ہیں تو ایسی سزا کیوں نہیں دیجاتی جو قابل عبرت ہو تاکہ آیندہ کسی وکیل کو ان افعال کے ارتکاب کی ہمت نہ ہو۔ اگر کسی وکیل کی بد دیانتی یا بد چلنی وغیرہ عدالت کے نزدیک ثابت ہو جائے تو فقط چند ماہ کے لئے پریکٹس سے محروم کرنے پر اکتفا کرنا طبقۂ وکلاء پر احسان نہیں بلکہ ظلم ہے کیونکہ ایسے گوشت کا قطع ہو جانا ہی بہتر ہے جو سارے جسم میں زہر باد پھیلانیکا باعث ہو۔ اور ایسے سپاہی کو گولی کا نشانہ بنا دینا ہی بہتر ہے جس سے ساری فوج کا ڈسپلن معرض خطر میں ہو۔

لیکن میں اپنے ہم پیشہ بھائیوں سے تو وہی عرض کروں گا جو اس سے قبل کہہ چکا ہوں یعنی ہمیں عدالتوں کی شکایت کرنیکے بجائے اپنی کمزوریوں کو دور کرنا چاہیئے ہماری بد اعمالیاں اور بے عنوانیاں ہماری کم وقعتی کا باعث ہیں ہم عدالتوں سے بیجا اور بیجا مراعات کے طالب رہتے ہیں۔ ہم ان کے حفظ مراتب کا پورا پورا لحاظ نہیں رکھتے التوا کی درخواستیں ہر وقت ہمارے ہاتھ میں رہتی ہیں پیشی کی تبدیلی کے بیجا معروضہ ہر وقت ہماری جیب میں ہوتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ جب تک آپ خود اپنی عزت نہ کیجئے گا دوسرے آپ کی عزت نہیں کر سکتے آپ اپنے عیوب کو دور کیجئے اپنے افعال و اعمال کو درست کیجئے پھر دیکھئے کہ دوسرے بھی آپ کو کس عزت و وقار کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ اگر ہمارا کردار درست ہو اور طرز عمل صحیح اگر ہم عیوب سے پاک ہوں اور نقائص سے مبرا تو پھر کس کی مجال ہے کہ ہماری طرف انگلی اٹھائے کس کی ہمت ہے کہ ہماری عزت پر حرف رکھے۔ کس کے منہ میں زبان ہے کہ ہماری بد گوئی کرے اور اگر کریگا تو آفتاب پر تھوکنے والے اور چاند پر خاک ڈالنے والے کا حشر ہوگا۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارے بنچ اور بار کے تعلقات خوشگوار رہیں۔ اور بجز دو ایک واقعات کے جن کی اصلاح اگر ہم میں اتحاد ہوتا تو آسانی ممکن تھی کسی قسم کے مناقشات رونما نہیں ہوئے۔ کیا اچھا ہوتا اگر یہ خوش گواری خوش گوار تر ہو جاتی اور

"کہ این آوارہ کوئے بتاں آوارہ تر بادا"

کے بموجب یہ تعلقات قریب سے قریب تر شیریں سے شیریں تر اور مضبوط سے مضبوط تر ہو جاتے کیونکہ حقیقتاً وکلا اور عدالتوں کا ایک ہی نصب العین ہے اور ایک ہی منزل مقصود۔

مقدمہ بازی موکلین اور وکلا | حضرات: حصول انصاف کی کوشش اور حقوق کی حفاظت کی جدوجہد کو بازی کے نام سے تعبیر کرنا بھی ایک عجیب لطیفہ ہے اور جب میں مقدمہ کیساتھ بازی کا لفظ دیکھتا ہوں تو اس اصطلاح کی ترکیب پر سخت حیرت ہوتی ہے بازی کے معنی تو کھیل کے ہیں مگر معلوم نہیں اس اصطلاح کے وضع کرنے والوں نے کس دوربینی اور وسیع النظری سے کام لیا تھا کہ اب مقدمہ بازی حقیقتاً کھیل ہوتی جاتی ہے۔ جس طرح بٹیر بازی کبوتر بازی، مرغ بازی ہماری دلبستگی اور تفریح کا ذریعہ تھے اسی طرح مقدمہ بازی ہمارا ایک تفریحی مشغلہ ہوتی جاتی ہے بہت حضرات ایسے ہیں جنھوں نے مقدمہ بازی کو پیشہ کے طور پر اختیار کر لیا ہے بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ اگر وہ مقدمہ بازی میں الجھے نہ رہیں تو ان کی زندگی امن و امان سے بسر ہو سکے بہت سے اشخاص مقدمہ بازی کو زندگی کا لطف اور دنیا کا سب سے بڑا کام سمجھتے ہیں۔ بسا اوقات عدالتوں میں ایسے مقدمات دائر ہو جاتے ہیں جن کی بنا مخاصمت کسی فریق کی مقدمہ بازی کا شوق ہوتا ہے اکثر ایسے معاملات عدالتوں کے سامنے آجاتے ہیں جو ذرا سی افہام و تفہیم اور رواداری سے بہ آسانی آپس میں طے ہو جاتے۔ اپنے ملک کے افلاس اور مقدمہ بازی کے تباہ کن مصارف کا لحاظ رکھتے ہوئے نہایت ضروری ہے کہ ہم ان بھڑکتے ہوئے شعلوں کو بجھائیں اور اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکیں ہمارا فرض ہے کہ موکلین کو عدالتوں میں رجوع ہونے کا مشورہ دینے سے قبل اس امر کا تیقن کر لیں کہ باہمی مفاہمت اور مصالحت کا چارہ مسدود ہو چکا ہے۔

موکلین اور وکلاء کے تعلقات نے بھی ہمارے یہاں ایسی صورتیں اختیار کر لی ہیں جن سے ہماری زحمتوں میں خاطر خواہ اضافہ ہو گیا ہے اور اس کی ذمہ داری بڑی حد تک ہمارے ہی کندھوں پر ہے موکل صاحب کو جب مجبوراً وکیل کا دروازہ

کھٹکھٹانیکی ضرورت پڑتی ہے توسب سے پہلے وہ یہ اقرار لینا چاہتے ہیں کہ مقدمہ میں کامیابی ضرور ہوگی گویا تجویز کرنا غریب وکیل ہی کے اختیار میں ہے اور جب فیس کا مسئلہ پیش ہوتا ہے تو نصف محنت کی اجرت اور نصف کامیابی کا انعام تصور کیا جاتا ہے جس کی ادائیگی دینے والے کی خوشنودی مزاج اور رحم وکرم پر موقوف ہے افسوس ہے کہ ہم میں سے بعض کم فیس قبول کر کے اخراجات کے نام سے اس کمی کو پورا کرنیکی کوشش کرتے ہیں اور جب اختتام مقدمہ پر موکل صاحب کی آنکھیں کھلتی ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ روزے بخشوانے کی کوشش میں نماز گلے پڑی۔ بعض موکل مقدمہ کے حالات کو حذف وتحریف کیساتھ بیان کرنے میں بھی تامل نہیں کرتے۔ اور ایک مرتبہ کاغذات وکیل صاحب کو سپرد کرنے کے بعد سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اپنا آخری فرض ادا کر دیا اور اب انہیں مقدمہ سے کوئی سروکار نہیں عدالت کی ڈوردھوپ اور سمن کی اجرائی۔ گواہوں کی فراہمی غرضکہ تمام جزئیات کی پیروی وکیل صاحب کا فرض ہے اور اس کے بعد اگر کامیابی نہ ہو تو وکیل صاحب مجرم اور قصوروار۔ اس قسم کی دشواریاں کسی ایک یا دو چار افراد کی کوشش سے رفع نہیں ہوسکتیں البتہ اگر ہم سب انفرادی حیثیت سے اصلاح کی طرف متوجہ ہوں اور اپنے طرز عمل کے لئے چند عام اصول مقرر کرلیں تو پھر ان پر بآسانی قابو حاصل ہوجائیگا۔

موکلین اور وکلاء کے تعلقات کی پیچیدگی نے ہمارے پیشہ کی حالت کوسٹہ کا بازار اور شیئر مارکٹ کے مشابہ کر دیا ہے اور ایک گروہ ایسا پیدا ہوگیا ہے جس نے موکلین اور وکلاء کے درمیان دلالی کا کام کرنا اپنا پیشہ بنا لیا ہے یہ طریقہ نہایت معیوب اور پیشہ وکالت کی شان کے مغائر ہے۔ اگر ہم اس فتنہ کا سدباب فوراً نہ کریں گے تو ممکن ہے کہ پبلک میں یہ قبیح رواج ہمیشہ کے لئے قایم ہوجائے۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ جب عدالت العالیہ نے اس کا انسداد کرنا چاہا تو ہمارے جانب سے کوئی امداد نہیں کی گئی بلکہ ہمارے بعض افراد نے اس خوف سے اپنے دلالوں کا نام بتلانے سے احتراز کیا کہ ان کی پریکٹس پر برا اثر نہ پڑے حالانکہ عدالت العالیہ کی طرف سے اطمینان دلایا گیا تھا کہ اس مسئلہ کے متعلق تمام کارروائی بصیغۂ راز کیجائے گی۔

مجلس وضع قوانین

حضرات: ہمیں اعلیحضرت خلد اللہ ملکہٗ کا تہ دل سے مشکور ہونا چاہیئے کہ ہمارے طبقہ کو ملک کی مجلس وضع قوانین میں نمایندگی کا موقعہ عطا فرمایا۔ یہ ہی مجلس ہمارے تمام قوانین کا منبع ہے اور زمانہ کی ترقی کیساتھ اس کی حالت میں بھی بہت کچھ فرق ہونیکی امید ہے آپ کے نمایندوں کا یہ فرض ہے کہ اس مجلس کو صحیح راستہ سے بھٹکنے نہ دیں اور جو قوانین یہاں وضع ہوں ان پر غور و فکر کے بعد ان کے متعلق طبقہ وکلاء کی رائے مجلس کے سامنے پیش کریں اور اگر ہمارے نزدیک موجودہ قوانین میں کسی پر نظر ثانی یا کسی میں ترمیم اور تغیر و تبدل کی ضرورت ہو تو مجلس کی توجہ اس کی جانب مبذول کرائیں یا اگر ہم کسی نئے قانون کی ضرورت سمجھتے ہیں تو ہمارے نمایندے اسے بل کی صورت میں مجلس کے سامنے پیش کرکے اُسے نافذ کرالیں اس وقت بھی مجلس کے سامنے کئی قوانین پیش ہیں اور ہمیں امید ہے کہ ہمارے نمایندے ان قوانین پر مباحثہ کے وقت طبقۂ وکلا کے خیالات کی پوری ترجمانی کریں گے اور انہیں جلد از جلد نافذ کرانیکی سعی فرمائیں گے آپ کو تعجب ہوگا کہ جب میں خود ہی وکلاء کی جانب سے نمایندہ ہوں تو پھر نمایندوں کے فرائض کو آپ کے سامنے بیان کرنیکی کیا ضرورت مگر میں یہ باتیں اس لئے آپ کے کان میں ڈالے دیتا ہوں کہ اگر آپ کسی وقت مجھے ان فرائض کی بجاآوری میں کوتاہ پائیں، یا مجھ سے لغزشوں کا ارتکاب ہوتے ہوئے دیکھیں تو بلا کسی عذر و حیلہ کے میری سخت سے سخت بازپرس کرنے میں دریغ نہ فرمائیں۔

تشہیر و طباعت فیصلہ جات عدالتی

حضرات: آپ واقف ہیں کہ عدالت العالیہ کے فیصلہ جات کس حد تک قانون کی تدوین اور ارتقا میں ممد و معاون ہیں مجلس وضع قوانین کی طرح یہ فیصلہ جات قانون کا دوسرا منبع ہیں لہذا ان کی اشاعت کا باقاعدہ انتظام ہونا نہایت ضروری ہے اب تک اس ضمن میں ہماری تمام جد و جہد خانگی رہی ہے اور یہ فیصلہ جات کی اشاعت چند ہی خواہان قوم کی مرہون منت ہے ہم ان کوششوں کے معترف ہیں علی الخصوص اس صنف میں رسالہ "[illegible]" کی جدت۔ عمدگی اور خوش سلیقگی یقیناً قابل صد مبارکباد ہے کیونکہ یہ ہمارے جامعہ کے نونہالوں کی محنت کا ثمرہ ہے

ہماری دعا ہے کہ خدا ان کی ہمتوں اور حوصلوں میں برکت دے لیکن تعجب یہ ہے کہ سرکار عالی کی جانب سے فیصلہ جات عدالتی کے اشاعت کا کوئی انتظام اس وقت تک نہیں کیا گیا اس سے بھی بڑھکر حیرت میں ڈالنے والی بات یہ ہے کہ اس وقت تک نافذہ قوانین میں سے ایک بھی سرکار کی جانب سے شایع نہیں کیا گیا ہے امید ہے کہ سرکار اس مسئلہ کی جانب بہت جلد اپنی توجہ مبذول فرمائے گی۔

انجمن وکلاء **حضرات** :۔ اب جس موضوع پر آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں وہ میری تقریر کی جان اور آپکی سمع خراشی کا اصلی مقصد ہے۔ میری مراد بار ایسوسی ایشن یا انجمن وکلاء سے ہے جس کی برکتوں کی بدولت آج ہماری محفل گرم ہے۔

اگر میں آپ کے سامنے اپنے طبقہ کیلئے تنظیم کیضرورت اور قواعد پر وعظ کہوں تو گویا حاتم کو فیاضی بتلاؤں رستم کو سپہگری سکھاؤں۔ یوسف کو آئینہ دکھاؤں۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ پھول جب ایک لڑی میں گوندہ دئے جاتے ہیں تو نوشہ کے سر کا سہرہ ہو جاتے ہیں۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ موتی جب ایک رشتہ میں پرو دئے جاتے ہیں تو بادشاہوں کے گلے کا ہار بن جاتے ہیں کیا آپ نہیں دیکھتے کہ مٹی کے دانے جب ایک رشتہ میں منسلک کر دئے جاتے ہیں تو زاہدوں کے ہاتھ کی تسبیح اور پنڈتوں کے گلے کا سمرن کہلاتے ہیں کیا آپ نہیں سمجھتے کہ مٹی اور پتھر جب ترتیب سے چن دئے جاتے ہیں تو قلعہ کی دیوار بن جاتے ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ ہماری بے نظمی ہماری افراتفری ہمارے شیرازے کا بکھراو ہمارے گروہ کا انتشار ہی ہماری کمزوریوں اور خامیوں کا راز ہے۔ صحیح کہ ہم اصلاح اور ترقی کے خواہشمند ہیں لیکن اس خواہش کے پورا کرنیکا ذریعہ کیا؟ مانا کہ ہم اپنی منزل کو پہچانتے ہیں اور وہاں پہونچنے کیلئے بیچین ہیں مگر اس سفر کے لئے سواری کا سامان کہاں؟ بجا کہ ہم اپنے عزو وقار کے بام پر پہونچنے کے آرزومند ہیں لیکن ہماری رسائی کے لئے سیڑہی کدہر۔ ہماری تمام جدوجہد کا نتیجہ ایک انجمن وکلاء ہے جس کی عمر اب تقریبا ۲۵ برس کی ہوچکی ہے اور جو

"یہی ہے دیکھے میرے دین و دنیا کی کمائی ہے"

کا مصداق ہے لیکن اس یتیم نے اپنا بچپن کیونکر گذارا اور اس مفلس نے اپنی جوانی

کے دن کیونکر کاٹنے آپ خود ہی سوچئے۔ میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ ابھی جوانی کا زمانہ گذرا نہیں لیکن جب تک دو چار سہارا دینے والے نہ ہوں اس کا اپنے پیروں پر کھڑا رہنا محال اور اگر بے ساکھیاں نہوں تو اس کو دو قدم چلنا دشوار۔ ایک مریض ہے کہ بستر علالت پر پڑا کراہ رہا ہے وجود میں لانے والے اور پالتے پوسنے والے تو بہت سے اجل کا نشانہ ہوگئے لیکن نام لیوا بہت تیمار داروں کی فہرست اب بھی طویل اور پھر طرہ یہ کہ سب کے سب ماشاء اللہ صاحب مقدرت۔ بیماری لاعلاج نہیں نسخہ تجویز کرنے والوں کی کمی نہیں دوائیوں کے دستیاب ہونے میں دقت نہیں لیکن مرض ہے کہ بڑھتا چلا جاتا ہے افاقہ ہے کہ صورت ہی نہیں دکھلاتا سکون ہے کہ نظر ہی نہیں آتا اور یہ ہو بھی تو کیونکر کوئی مریض کو دوا بھی تو پلائے کوئی اُسے وقت پر غذا بھی تو پہونچائے کوئی اس کے لئے پاک صاف ہوا کا انتظام بھی تو کرے۔ میرا دل تو یہ کہتا ہے کہ اگر یہ نام نہاد تیمار دار اور یہ دوستی و رفاقت کے دعویدار اب بھی صرف ایک ایک دوا کا قطرہ مریض کے حلق میں ٹپکانیکو تیار ہوں تو کچھ گیا نہیں ہے تھوڑی سی محنت درکار ہے تھوڑی سی ہمت کی ضرورت ہے تھوڑے سے ایثار کا معاملہ ہے تھوڑی سی نفس کشی کا سوال ہے اور پھر صحت کا مژدہ ہے اور تندرستی کی مبارکباد۔

ذرا تو غور فرمایئے کہ آپ کی مرکزی انجمن کی یہ حالت ہو تو آپ کی تنظیم کیونکر ہوگی۔ اور آپ اپنی اصلاح کیونکر فرمائیں گے یہی آپکی زبان ہے اور یہی آپ کے ہاتھ ہیں جب زبان بند ہو اور ہاتھ پاؤں شل تو پھر ترقی ظاہر۔ لہذا سب سے پہلے تو آپ اس انجمن کی حالت درست کریں اس کی رکنیت میں اضافہ کی کوشش فرمائیں اسکی مالی حالت کو مضبوط بنائیں پھر سارے ملک میں اس کی شاخیں قائم کرائیں ہر تعلقہ میں ایک انجمن وکلاء کا قیام ضروری ہے یہ تمام انجمنیں مرکزی انجمن سے وابستہ رہیں ان کا باقاعدہ الحاق ہو جس کیلئے قواعد و ضوابط مرتب کئے جائیں اور اضلاع کی انجمنوں کو مرکزی انجمن میں نمایندگی کا حق دیا جائے اگر ہر ماہ میں نہیں تو کم از کم تین ماہ بعد اس انجمن کا ایک اجلاس ہوا کرے جس میں اضلاع کی انجمنوں کے نمایندوں کو دعوت دیجائے تاکہ وقتاً فوقتاً

جو ضروریات آپ کو پیش ہوتی رہیں ان کے رفع کی کوشش ہوسکے اور جو امور اصلاح کے محتاج ہوں ان پر غور کیا جاسکے یہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چند تجربہ کار اور قابل ارکان کی ایک کمیٹی مرتب کیجائے جس کا نام لایرز ایڈوائزری بورڈ" یا "لیگل کونسل ہو جو وقتاً فوقتاً اپنے اجلاس کر کے وکلاء کو ان کے عام طرز عمل کے متعلق ہدایتیں دیتی رہے اور ہماری فروگذاشتوں پر ہمیں متنبہ کرتی رہے۔

میں جانتا ہوں کہ یہ کام آسان نہیں اسکے لئے محنت اور وقت کی ضرورت ہے ہمارے خانگی معاملات ہمیں دوسری طرف متوجہ ہونیکا موقع نہیں دیتے کلب کی دلبستگیاں تفریح گاہوں کی نظر فریبیاں ہمارے راستہ میں حائل ہوتی ہیں۔ لیکن مبارک ہیں وہ ہستیاں جنہیں دنیا کا عیش و نشاط اپنے فرائض سے بیگانہ نہیں کرتا مسعود ہیں وہ ذاتیں جو مسرت و شادمانی کے لمحوں میں اپنی ذمہ داریوں کو فراموش نہیں کرتیں میں نازاں ہوں کہ ہمارے گروہ میں ایسے افراد کی کمی نہیں جو اس مبارکباد کے مستحق اور اس سعادت کے اہل ہیں گلبرگہ تشریف میں اس کانفرنس کا انعقاد میرے دعوے کی سب سے بڑی دلیل ہے میں یہاں کے ہم پیشہ بھائیوں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے اس ضلع میں کانفرنس کو مدعو کر کے جس جوش اور انہماک کا اظہار فرمایا ہے وہ قابل قدر ہی نہیں بلکہ قابل تقلید ہے یہی نہیں بلکہ ان حضرات نے طبقۂ وکلاء کا وقار قایم رکھنے میں جو جدوجہد کی اور جس مستعدی اور اعتدال پسندی کیساتھ چارہ قانونی اختیار کر کے اپنے احساس اور خودداری کا ثبوت دیا ہے وہ یقیناً قابل فخر و مباہات ہے۔

کمرۂ وکلاء کا کتبخانہ

حضرات:۔ ہماری بدحالی کی ایک بدیدست اور سبق آموز مثال کمرۂ وکلاء کے کتب خانہ کی حالت ہے جس کو ہم کتب خانہ کے نام سے تعبیر کرتے ہیں وہ ایک اسکول کے طالب علم کے ریڈنگ روم سے کچھ زیادہ وقیع نہیں سچ پوچھئے تو ایسے کتب خانہ کا وجود وکلاء حیدرآباد کے لئے باعث ننگ و عار ہے۔ اس سے تو یہی بہتر تھا کہ ہم کتب خانہ قایم کرنیکا نام ہی نہ لیتے آپ جانتے ہیں کہ ہمارے پیشہ کا فروغ اور انفرادی حیثیت سے وکلاء کی ترقی کا دارومدار مطالعہ کتب پر ہے۔ قانونی کتب میں بیش بہا اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

نئے تبصروں اور جدید شرحوں اور نظائر سے قانون کا خزانہ مالا مال ہوتا جا رہا ہے مگر ہمارے کتب خانہ کی مفلسی اور نکبت کسی طرح دور نہیں ہوتی اگر آپ چاہیں تو اپنے دامن کو اس بدنما داغ سے پاک کر سکتے ہیں۔ کونسی کانفرنس ہے جو وکلاء کی مالی امداد کے بغیر اپنا قدم آگے بڑھاتی ہے کونسی کانفرنس ہے جو آپ کی مالی تائید سے بے نیاز ہے کونسا خیراتی کام ہے جس میں آپ کی گاڑھی کمائی کا حصہ نہیں کونسی چندہ کی فہرست ہے جو وکلاء کے نام سے خالی ہے لیکن کس بلا کی لاپروائی ہے کس غضب کی بے حسی ہے کہ اپنے ہی گھر میں خاک اڑ رہی ہے۔ چراغ ہی کے تلے اندھیرا ہے ہماری ہی بستی اجاڑ ہے۔ اور ہمارا ہی باغ خزاں رسیدہ۔ آپکے لطف کی ایک نگاہ۔ آپکے ابر کرم کی دو بوندیں اس افلاس کو خوش حالی سے بدل سکتی ہیں اور اس کمی کو زیادتی میں منتقل کر سکتی ہیں اگر صرف بلدہ کے وکلاء اپنی ایک سال کی آمدنی کا ایک فیصدی بھی اس سودمند کام کیلئے دینے کا تہیہ کرلیں تو بآسانی کتبخانہ کیلئے قانونی کتابوں کا نہایت عمدہ ذخیرہ مہیا ہو سکتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس ضروری مسئلہ کیطرف توجہ فرما کر فوراً کتبخانہ فنڈ کھول دینگے اور مجھے یقین کامل ہے کہ ہمارے طبقہ کی فطری سخاوت اور فیاضی آپکو مایوسی کا موقع نہ دیگی۔

عہدہ ہائے عدالت پر وکلاء کا تقرر

حضرات:۔ عدالتی فرائض اور ذمہ داریوں کی اہمیت کا لحاظ کرتے ہوئے ضروری ہے کہ عہدہ ہائے عدالتی پر ایسے لوگوں کا تقرر کیا جائے جنکی اہلیت اور کارروائی میں شک و شبہ کی مطلق گنجائش نہو جنکی دیانت اور راست بازی پر حرف لانیکا کوئی موقع نہو۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ان عہدوں پر بلا کسی اچھے یا برے معیار کی قانونی ڈگری حاصل کئے ہوئے کسی شخص کا تقرر نہیں ہو سکتا لیکن میری ناچیز رائے میں محض قانونی ڈگری خواہ وہ کتنے ہی اعلیٰ معیار کی ہو ہر شخص کو اس اہم منصب کا اہل نہیں بناتی جس طرح ایک علم طب کا طالب علم محض کتابیں پڑھکر تجربہ کار طبیب نہیں ہو سکتا جس طرح ایک سائنس کا طالب علم بغیر عملی تجربات کے سائنس داں نہیں کہلا سکتا اسی طرح عدالتی کام کو بہ احسن وجوہ انجام دینے اور قانون کے باریک اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنیکے لئے بھی عمل اور تجربہ کی ضرورت اور ٹیکنیکل ٹریننگ کی حاجت ہے۔ میں بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ اس تجربہ اور ٹریننگ کیلئے صرف ایک ہی مدرسہ ہے

جسے دنیا بار اور پیشۂ وکالت کے نام سے تعبیر کرتی ہے اسی مدرسہ کی تعلیم وہ معیار ہے جس پر قانون دانی اور قانون فہمی کا انحصار ہے یہی وہ امتحان گاہ ہے جہاں اہلیت اور نااہلیت کا ثبوت بہت جلد ملجاتا ہے یہی وہ بازار ہے جہاں کھوٹے کھرے کا پردہ فوراً کھلجاتا ہے اور یہی وہ کسوٹی ہے جس پر کسا ہوا سونا کندن کہلاتا ہے ہم اپنے بیدار مغز مجلس کے مشکور ہیں کہ موصوف نے اس نکتہ پر نظر رکھتے ہوئے منصفی کے عہدہ پر تقرر کیلئے بھی تین برس تک پیشۂ وکالت انجام دینے کی شرط لگادی ہے اور ہمیں امید ہے کہ آئندہ تقررات کے موقع پر بھی اس اصول کو فراموش نہ کیا جائیگا اس تحریر سے میرا ہرگز یہ منشا نہیں کہ میں اپنے ہم پیشہ بھائیوں کیلئے کسب معاش کا ایک اور ذریعہ پیدا کروں یا سرکاری جائدادوں پر انکے حقوق جتلاؤں بلکہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اس طرز عمل میں سرکار کے محکمہ عدالت کی فلاح و بہبود اور رعایا کی منفعت کا راز پوشیدہ ہے جہاں تک مالی مفاد کا تعلق ہے تجربہ کار وکلا کو عدالتی عہدوں پر فائز ہونے سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اور ان عہدوں کو قبول کرکے اپنی ذمہ داریوں میں اضافہ مول لیتے ہیں وکیلوں کو مالی منفعت نہیں بلکہ ملکی مفاد اور جوڈیشیری کی مضبوطی اور اصلاح کا جذبہ باعث تحریک ہوتا ہے میں نے متعدد بار پبلک جلسوں اور خانگی گفتگو میں یہ صدائیں سنی ہیں کہ ہمارے طبقہ کے چند افراد عدالتی عہدوں پر تقرر کے متمنی رہتے ہیں اور محض درخواست ہی دینے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ جا اور بیجا طریقوں سے اپنے حصول مقصد کی کوششیں کرتے ہیں یہ طریقہ بیشک ہمارے پیشہ کی عزت و شان کے خلاف اور ہمارے روایات کے سخت منافی ہے ہمیں تو صاحبان اقتدار کے دروازوں پر جبیں سائی کرنیکے بجائے اپنی قابلیت اور اہلیت کا ایسا ثبوت دینا چاہئے کہ صاحب اختیار اصحاب خود محسوس کریں کہ بغیر ہماری امداد کے انکی گاڑی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتی بغیر ہمارا ہاتھ لگائے انکی کشتی ساحل مراد کی صورت نہیں دیکھ سکتی ایسا پھول کیوں نہ ہوجیے کہ جسکی طرف نظر انتخاب کھنچ آئے ایسا ہیرا کیوں نہ بنے جسے جوہری کی نظریں تاڑ جائیں ایسا عطر کیوں نہ ہوجیے جو خود خوشبو دے اور ایسا مشک کیوں نہ ہوجیے جو خود مہکے لیکن صاحبان اقتدار کی خدمت میں بھی میں باادب عرض کرونگا کہ انتخاب کے آنکھوں پر دوستی اور رشتہ تعلقات اور اثرات کی عینک نہ ہونی چاہئے ۔

مجھے افسوس ہے کہ ہمارے ملک کے بعض اخبار نویس فن صحافت کے اصولوں کو نظر انداز کر کے ایسی باتیں لکھ دیتے ہیں جن سے دوسروں کی دل آزاری ہی نہیں ہوتی بلکہ لکھنے والے کی انتہائی بدذوقی اور کم مائیگی کا ثبوت ملتا ہے اسکی ایک مثال اخبار صحیفہ مورخہ ۱۶ فروردی ۱۳۳۸ ف کا وہ افتتاحی مقالہ ہے جو "حق تلفی موجب شکستہ خاطری" کے عنوان سے عدالت العالیہ کی رکنیت پر تقرر وکلاء کے سلسلہ میں لکھا گیا ہے۔ اگرچہ "نقل کفر کفر نباشد" پھر بھی میں ان رکیک حملوں کا اعادہ کر کے جو اس مضمون میں طبقۂ وکلاء پر کئے گئے ہیں آپکے جذبات برانگیختہ کرنا نہیں چاہتا مجھے یقین ہے کہ آپ ایسی تحریروں کو اسی حقارت کی نظروں سے دیکھتے ہونگے جسکی وہ مستحق ہیں تعجب اور افسوس ہے کہ ہمارے بعض خیر خواہوں نے اخبارات میں اس مضمون کا جواب دینے کی زحمت گوارا فرمائی۔

حضرات - میں نے آپکی بہت سمع خراشی کی اب اپنی تقریر کو ختم کرنا چاہتا ہوں مگر اس اپیل کیساتھ کہ اب باتوں کا وقت نہیں رہا "دو نشستند و گفتند و برخاستند" کا زمانہ گذر گیا عمل کی گھڑی ہے کام کا موقعہ ہے۔ اگر اب بھی خواب غفلت سے نہ چونکیے گا تو آپ خود اپنی ترقیوں کا سنگ راہ اور اپنی تباہی کے ذمہ دار ٹھیرینگے آپ کو بہت کچھ کرنا ہے آپکے کام کا پروگرام وسیع ہے آپکی ضرورتوں کی فہرست طویل ہے آپکو گرے ہوئے مرتبہ کو بلند کرنا ہے کھوئے ہوئے وقار کو واپس لانا ہے آپکو بھولی ہوئی روایات کو تازہ کرنا ہے نئے روایات اور رواج قایم کرنا ہے بکھرے ہوئے مصحف کی شیرازہ بندی کرنا ہے پریشان اوراق کو جمع کرنا ہے جبتک یہ نہ ہوگا منزل مقصود تک پہونچنا غیر ممکن ہے تو بس اللہ کا نام لیکر کھڑے ہو جائیے ہمت اور استقلال کیساتھ میدان عمل میں ڈٹ جائیے جو کل تک مشکل نظر آتا تھا اسے آج آسان اور جو محال نظر آتا تھا اسے ممکن کر دکھائیے تاکہ رہتی دنیا تک آپکا نام روشن اور ابدالآباد تک آپکی یاد باقی رہے۔

حضرات - آپکی مہربانیوں اور عنایتوں کے تشکر پر اپنے عجز کا اظہار پہلے ہی کر چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ اس عزت افزائی اور نوازش کو میں کبھی بھول نہیں سکتا اور نہ اسکا بدل میرے امکان میں ہے البتہ آپکی محبت کے شکریہ میں ایک بیچین دل اور آپکے عروج و ترقی کیلئے ایک مضطرب قلب عقیدت اور خلوص کے ہاتھوں پر رکھکر پیش کرتا ہوں اگر یہ حقیر تحفہ اس درگاہ میں شرف قبولیت پا جائے تو پھر (نہ دل میں کوئی ہوس ہے نہ آرزو باقی)

اب میں اس دعا پر ختم کرتا ہوں خدا تعالی ہمارے بادشاہ ذیجاہ معدلت پناہ و صاحبزادگان بلند اقبال کے عمر و اقبال میں ترقی و ذات شاہانہ کو دینی و دنیوی مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے جنکے سایۂ عاطفت میں ہم شاہراہ ترقی پر گامزن ہیں فقط

"فیصلہ ثالثی بلاتوسط عدالت بدوران مقدمہ"

مقدمہ چھوٹے رام بنام گنگو بائی نظیر مندرجہ دکن لارپورٹ جلد ۱۹ صفحہ ۸۳-

دا جب از التنظیم حکام عالی مقام جوڈیشل کمیٹی نے بغلبۂ رائے یہ طے فرمایا ہے کہ

(۱) قانون دادرسی خاص کی دفعہ ۱۶ ایسے فیصلہ سے غیر متعلق ہے۔

(۲) مجموعہ ضابطۂ دیوانی کی باب ۴۰ میں ثالثوں کے متعلق جو احکام درج ہیں وہ بھی ایسے فیصلہ سے غیر متعلق ہیں۔

(۳) جب فریقین نے عدالت میں دعوے رجوع کر دیا ہے تو اُن کی نزاعات کے تصفیہ کا کامل اقتدار عدالت کو حاصل ہو چکا ہے اور کسی فریق کو قانوناً یہ موقعہ نہیں دیا جا سکتا کہ وہ عدالت کو نظر انداز کر کے اپنی مرضی کے موافق اُن نزاعات کے متعلق جو کارروائی مناسب خیال کرے کر سکے اس لیے فیصلہ ثالثی اسمقدمہ میں بلاتوسط عدالت حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

(۴) اس مقدمہ میں مدعی علیہم کی جانب سے اس بنا پر کوئی کارروائی نہیں کی گئی ہے کہ فریقین میں مصالحت ہوگئی ہے۔ اس لیے ہمیں اس امر کے متعلق کسی رائے کے اظہار کی ضرورت نہیں ہے کہ آیا فیصلہ ثالثی کو بطور مصالحت کام میں لایا جا سکتا ہے۔

معمولی طور پر قانون وضع کرنے کا کام مجلس وضع قوانین انجام دیتی ہے مگر اعلیٰ عدالتیں بھی اپنے فیصلہ جات کی رو سے بسا اوقات جزءاً جزءاً قانون وضع کرتی ہیں اور ایک عملدرآمد قائم کراتی ہیں جسکی اتباع عدالتہائے تحت پر لازم آجاتی ہے اس میں شک نہیں کہ قانون جو مجلس وضع قوانین کے ذریعہ نافذ ہوا کرتا ہے وہ اپنی نوعیت میں مکمل حالت رکھتا ہے۔ برعکس اس کے "فیصلہ" انہیں واقعات کی حد تک سند متصور ہوتا ہے جو مقدمہ زیر بحث میں موجود ہوں اور مماثل صورتوں کے لئے یا ایسی صورتوں کے لئے جو بلحاظ اصول منطق اُس سے منتج یا مترتب ہوتی ہیں سند متصور نہیں ہوتا اگرچہ اعلیٰ عدالت کے اظہار کردہ عام اصول کو قدرے وقعت دیجاتی ہے۔ ممالک محروسہ سرکار عالی میں مجلس وضع قوانین اس قدر زندہ و تازہ نہیں رہتی کہ خود بخود وقتاً فوقتاً قوانین مجریہ

میں ترمیم کی جا کر جو نقائص عدالتی فیصلہ جات یا رائے عامہ کی رو سے ظاہر ہوتے ہوں اُن کو فوراً دور کرنے کی توقع رکھی جائے۔ دوم یہ کہ اعلیٰ عدالت میں جب کوئی مسائل پیش ہوتے ہیں جن میں اختلاف رائے ہو چکا ہو تو صراحتاً اُن جملہ نظائر پر غور کر کے اُن کو منسوخ یا غیر متعلق تمیز کرنا ضروری ہے۔ ورنہ عدالتہائے تحت کو طے شدہ اصول کی پیروی کرنے میں دقت لاحق رہے گی و نیز عدالت کا انصاف رسانی کا وہ مقصد کہ ایکساں طور پر اہل مقدمات کو انصاف حاصل ہو پورا نہیں ہوتا۔ ان حالات کے مدنظر مسئلہ زیر بحث اس قابل ہے کہ اس پر غور کامل کیا جائے تاکہ بہر قانون داں اصحاب کو معلوم ہو کہ نظیر متذکرہ صدر میں کن امور کا تصفیہ قطعی طور پر کیا گیا ہے اور جو نتائج مستخرج کئے گئے ہیں وہ فی زمانہ کہاں تک روا رکھنے کے قابل ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں حکام عالیمقام پریوی کونسل نے ایک مقدمہ مندرجہ بمبئی لا رپورٹر جلد ۲۸ ص ۱۳۷۲ یہ قرار دیا تھا کہ اقرار بیع کے ساتھ بیعانہ زائد از (۱۰۰) لیا گیا ہو تو ایسے اقرار بیع کی رجسٹری لازمی ہے۔ مگر یہ فیصلہ نافذ ہوتے ہی تمام قانونی دنیا میں ایک ہل چل پیدا ہوئی اور مجلس وضع قوانین نے قانون رجسٹری کی ترمیم ذریعہ ایکٹ نمبر ۲ سنہ ۱۹۲۷ء کی جس کی رو سے نتیجۃً پریوی کونسل کے فیصلہ کو منسوخ کیا گیا۔ اس قسم کی تمثیلیں اور بھی مل سکتی ہیں۔ جب عدالتی فیصلہ جات کی رو سے قانون کی ایسی تعبیر کی جائے جو در اصل مقصود نہ ہو یا جو مقبول عام نہ ہو تو ایسی حالت میں مجلس وضع قوانین نے قانون مجریہ میں ترمیم کر کے انصاف رسانی میں مدد دی ہے۔ چنانچہ قانون دستاویزات بیع دختری علاقہ عظمت مدار کی دفعہ ۱۳ میں ترمیم مناسب کی جا کر انصاف رسانی میں مدد دی ہے۔ ملاحظہ ہو نظیر مندرجہ بمبئی لا رپورٹر جلد ۲۱ ص ۱ و ایکٹ نمبر ۵ سنہ ۱۹۱۹ء۔

مقدمہ زیر بحث میں امر اول کی نسبت حکام عالیمقام جوڈیشل کمیٹی نے تحریر فرمایا کہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں ثالثوں کے متعلق ہر دفعہ قوانین میں احکام منضبط ہیں۔ اس سے شاید حکام عالیمقام کا اشارہ اس طرف تھا کہ علاقہ عظمت مدار میں قانون ثالثی جاری ہے جو خاص حدود میں نافذ ہے۔ مگر افسوس ہے کہ غالباً حکام عالیمقام کی توجہ قانون معاہدہ کی دفعہ ۲۹ کی جانب معطوف نہیں کرائی گئی ہو گی جس کی رو سے معاہدہ

سپرد ثالثی کو ایک جائز معاہدہ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو ضمن (۲) دفعہ ۲۹ قانون معاہدہ سرکار عالی جسکی عبارت حسب ذیل ہے۔

"از روئے دفعہ ہذا کوئی ایسا معاہدہ تحریری ناجائز نہ ہوگا جس کے ذریعہ سے دو یا کئی اشخاص کسی تنازع کو جو اُس کے درمیان پیدا ہو چکا ہو ثالثی میں سپرد کرنے کے لئے باہم اقرار کریں ....

حکام عالیمقام واجب التعظیم نے فیصلہ کے ابتدائی حصہ میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ "ہمیں برٹش انڈیا کی ہائیکورٹوں میں جو اختلاف رائے ہے اسپر زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ثالثوں کے متعلق جو احکام ممالک محروسہ سرکار عالی میں منضبط ہیں وہ صرف دو قوانین پر مشتمل ہیں۔" مگر قانون ثالثی علاقہ عظمت مدار کی وسعت پر نظر ڈالی جائے اور جو نظائر اس مادہ میں طے ہوئے ہیں ان پر توجہ کیجائے تو ظاہر ہوگا کہ قانون ثالثی کو نظر انداز کر کے دیگر قوانین مجریہ سے بحث کی گئی ہے اور بجز اس قانون متذکرہ صدر جہانتک مسئلہ زیر بحث کا تعلق ہے قوانین نافذہ علاقہ عظمت مدار اور قوانین نافذہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں کوئی فرق نہیں ہے اس لئے باظہار احترام کمال یہ کہا جا سکتا ہے کہ حکام عالیمقام نے نظائر برٹش انڈیا کو نظر انداز کرنے کی جو وجہ بیان فرمائی ہے وہ معقول نہیں ہے اختلافی فیصلہ صادرہ عالیجناب نواب اکبر یار جنگ بہادر مندرجہ دکن لاء رپورٹ جلد ۱۰ میں وہ وجوہ بھی درج کئے گئے ہیں جو باب ۴ کی وسیع تعبیر کرنے میں مدد دیتے ہیں یا کم از کم ایک ٹکنکل یا لفظی عذر پر دفعہ ۹.۴ مقدمہ زیر بحث سے غیر متعلق قرار دینے میں غلبہ رائے نے صحیح طریقہ اختیار نہیں فرمایا ہے۔ کیونکہ فی زمانہ رائے عامہ اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ فریقین اپنے معاملات کا تصفیہ جہانتک ہو سکے خود کرالیں چنانچہ مختلف صوبہ جات علاقہ عظمت مدار میں پنچایت بل پاس ہو کر اسپر عمل ہو رہا ہے۔ نیز ضابطہ دیوانی کی ترمیم وقتاً فوقتاً علاقہ عظمت مدار میں ہوئی ہے اُس سے خود پتہ چلتا ہے کہ جہانتک اس مسئلہ کا تعلق ہے مجلس وضع قوانین کا منشا ثالثی اور فیصلہ جات خانگی کی وقعت کرنا مقصود ہے نہ کہ فریقین کی آزادی کو محدود کرنا۔ ملاحظہ ہو وجوہ و اغراض ترمیم ضابطہ

دیوانی ۱۹۰۸ء دربارہ ضمیمہ دوم آرڈر (۲۳) قاعدہ ۳ م دفعہ ۴۰۹ ضابطہ دیوانی سرکار عالی وضمیمہ دوم م باب ۴۰ ضابطہ دیوانی سرکار عالی واحکام مماثل مندرجہ ضابطہ سابقہ پر نظر ڈالنے سے واضح ہوگا کہ فیصلہ ثالثی کو رائج کرانے کی غرض سے مختلف نوبت کارروائی ثالثی پر ذریعہ عدالت فریقین کو اپنے عہد کا پابند کرانے کی کوشش کی گئی ہے اور فیصلہ ثالثی کو قطعیت اسقدر دیگئی کہ اس کے بموجب ڈگری صادر ہونے پر معمولی طور پر مرافعہ ورمرافعہ کا جو حق فریق ناراض کو قانوناً حاصل ہے وہ بھی زائل کیا گیا ہے تاکہ فریقین اپنے اقرار اور منتخبہ کورٹ کے فیصلہ کے پابند ہوں اور عدالتی کارروائی کی کشاکشی سے بچے رہیں۔

امر دوم کی نسبت محترم حکام عالیمقام جوڈیشل کمیٹی نے جو نتیجہ اخذ فرمایا ہے وہی نتیجہ اعلیٰ عدالتہائے برٹش انڈیا نے بھی اخذ فرمایا ہے اگرچیکہ دو نظائر میں یہ رائے ظاہر کی گئی ہے کہ دوران مقدمہ میں بلا توسط عدالت فیصلہ ثالثی صادر ہو جائے اور اس کے بموجب ڈگری صادر کئے جانے کا ایک فریق خواستگار ہو تو اس صورت سے بھی احکام مندرجہ باب ۴۰ ضمیمہ دوم متعلق کئے جائیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو فیصلہ مصدرہ جوڈیشل کمشنر سندھ مندرجہ انڈین کیسز جلد ۱۸ ص ۳۶۵ اور بمبئی جلد ۴۰ ص ۳۸۶ ۔ مگر حکام عالیمقام جوڈیشل کمیٹی نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ صورت پیش شدہ کے لئے کوئی احکام ضابطہ دیوانی میں درج نہیں ہیں جو بلحاظ نظائر برٹش انڈیا اور بلحاظ اصول عام کہانتک صحیح ہے قابل غور ہے۔ دفعہ ۴۰۹ ضابطہ دیوانی م آرڈر ۲۳ قاعدہ ۳ کے تحت درخواست دینے کے لئے کوئی خاص نمونہ معین نہیں کیا گیا ہے اور ایسی درخواست جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ فریقین میں صلح ہو کر مقدمہ ختم ہوا ہے صلح باہمی فریقین ہوئی ہو یا باہمی فریقین بلا توسط عدالت ذریعہ ثالثی ہوئی ہو دفعہ مذکور کے تحت کارروائی کرنے کے لئے کافی ہے۔ نیز یہ ایک عام اصول انصاف ہے کہ بغرض غلط اگر فریقین نے درخواست تحت باب ۴۰ دی ہو مگر بلحاظ اس کے مضمون کے اس درخواست پر تحت دفعہ ۴۰۹ ضابطہ دیوانی کارروائی کیجا سکتی ہو تو محض اس بناء پر کہ درخواست غلط دفعہ کے حوالہ سے دیگئی ہے یا بظاہر غلط دفعہ کے تحت کارروائی کی گئی ہے صحیح دادرسی عطا کرنے میں عدالتوں کو گریز نہیں کرنا چاہئے۔ چنانچہ یہ اصول مسلمہ ہے کہ عدالتوں کا وجود

انصاف رسانی کے لئے ہے نہ کہ فریقین کے فروگذاشت کے لئے سزا ار تجویز کرنا عدالت دیوانی کا کام ہے فیصلہ اختلافی سے پتہ چلتا ہے کہ محترم حکام عالیمقام کے روبرو دفعہ ۹۰۴ کا مقدمہ زیر بحث سے متعلق ہونے کی نسبت بحث کی گئی تھی۔ لیکن بلحاظ رجحان جلسہ غالبہ درباره امر سوم صریح طور پر دفعہ ۹۰۴ سے بحث کرنے سے انکار فرمایا گیا اور فیصلہ کا ابتدا تا انتہا اشارہ اس طرف کیا گیا کہ ایسا فیصلہ ثالثی جائز نہیں ہے۔ علاقہ عظمت مدار میں جن نظائر میں صورت پیش شدہ سے آرڈر ۲۳ قاعدہ ۳ م دفعہ ۹۰۴ ضابطۂ دیوانی سرکار عالی متعلق کی گئی ہے اس میں چند حالیہ نظائر کا حوالہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

(۱) آل انڈیا رپورٹر بمبئی ۱۹۲۷ء ص ۵۶۵ جلسہ کاملہ۔

(۲) " " الہ آباد ۱۹۲۵ء " ۵۰۳ " ۔

(۳) " " مدراس ۱۹۲۶ء " ۱۰۲۵ " ۔

یہاں پر اور ایک امر قابل ذکر ہے کہ عدالت العالیہ جلسۂ کاملہ نے نظیر مندرجہ دکن لا رپورٹ جلد ۱۷ ص ۶۱۷ برضامندی فریقین فیصلہ ثالثی کو بطور صلح جائز قرار دیا ہے مگر بلحاظ عبارت دفعہ ۹۰۴ ضابطۂ دیوانی اگر صلح میں فیصلہ ثالثی داخل ہے تو فریقین کی رضامندی یا عدم رضامندی سے کوئی فرق دفعہ ۹۰۴ متعلق ہونے میں قانوناً نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ایسی صلح جس کی نسبت ایک فریق کو انکار ہو تحقیقات عمل میں آکر تحت دفعہ ۹۰۴ عمل کیا جاسکتا ہے گو علاقہ انگریزی کی سابق ضابطۂ دیوانی کی مماثل دفعہ میں ایسی گنجائش نہ تھی۔ اس حجت کی تائید میں کہ صلح میں فیصلہ ثالثی داخل ہے یا نہیں حکام عالیمقام ہائیکورٹ بمبئی نے بمقدمہ آل انڈیا رپورٹر ۱۹۲۷ء ص ۵۶۵ یہ بتلایا ہے کہ صلح کے لفظی معنی میں بھی فیصلہ ثالثی داخل ہے۔

امر سوم کی نسبت اسقدر ذکر کرنا کافی ہے کہ نظیر مندرجہ کلکتہ جلد ۲۹ ص ۱۶۷ کی غلط تعبیر کی وجہ سے یہ خیال پیدا ہوا ہے حالانکہ اعلیٰ عدالتہائے برٹش انڈیا نے متعدد بار یہ طے فرمایا ہے کہ ضابطۂ دیوانی مکمل ضابطہ نہیں ہے بالخصوص احکام مندرجہ ضمیمہ دوم حکام عالیمقام جلسۂ کاملہ نے بمقدمہ مندرجہ آل انڈیا رپورٹر مدراس ۱۹۲۸ء ص ۱۰۲۵۔ یہ

رائے ظاہر فرمائی ہے کہ واضعان قانون کو چاہیئے کہ ضمیمہ دوم کی مناسب ترمیم کریں تاکہ شبہ دور ہو جائے اور عام احکام کے تحت فیصلہ ثالثی پر عمل کرنے کی ضرورت داعی نہ ہو۔ نظیر مندرجہ دکن لارپورٹ جلد ۱۹ ص ۴۳ فیصلہ اختلافی مین اسبارہ میں بہ تردید رائے جلسہ علمہ جو وجوہ تحریر فرمائے گئے ہیں اُن کے اعادہ کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔

واجب التعظیم حکام عالیمقام جوڈیشل کمیٹی نے دفعہ ۴۰۹ ضابطۂ دیوانی سے بحث کرنے سے انکار فرمایا مگر امر سوم کی نسبت جو رائے ظاہر فرمائی گئی ہے کہ ایسا فیصلہ ثالثی جائز نہیں ہے۔ اس کے بعد یہ توقع نہیں کیجاسکتی کہ عدالہائے ماتحت ایسا فیصلہ ثالثی صادر ہونے پر تحت دفعہ ۴۰۹ کوئی درخواست پیش ہو تو بلا لینے کسی اثر رائے متذکرہ صدر مقدمہ کا تصفیہ فرمائیں گے کیونکہ دفعہ ۴۰۹ میں لفظ "جائز" استعمال کیا گیا ہے اور حکام عالیمقام جوڈیشل کمیٹی کی رائے خواہ وہ (Obiter dicta) کیوں نہ ہو خاص وقعت کی نگاہ سے دیکھنے کے قابل ہے باہمہ وجوہ یہ نتیجہ مترتب ہوتا ہے کہ حکام عالیمقام نے صریح طور پر تو نہیں لیکن ایسے فیصلہ ثالثی کو ناجائز قرار دیکر اشارتاً دفعہ ۴۰۹ ضابطہ دیوانی صورت پیش شدہ سے غیر متعلق قرار دیا ہے۔ اب یہ کہنا کہ جب تک صراحتاً تحت دفعہ ۴۰۹ کارروائی کیجاکر عدالت ماتحت میں دفعہ ۴۰۹ متعلق کرنے سے انکار کرنے پر محترم حکام عالیمقام جوڈیشل کمیٹی کے رائے کا انتظار کیا جائے صحیح نہیں ہے کیونکہ تمدن ہند کے لحاظ سے بلاتوسط عدالت اس قسم کے فیصلہ جات اکثر صادر کئے جاتے ہیں اور بحالت موجودہ اُن کی حیثیت ایک ردی کاغذ کی ہوگی حالانکہ واضعان قانون کا منشاء یہ ہے کہ فیصلہ ثالثی کو جائز قرار دینے میں سہولتیں پیدا کی جائیں۔ ان حالات کے مدنظر اگر مجلس وضع قوانین کی توجہ اس طرف معطوف کرائی جائے تو بیجا نہ ہوگا۔

ہائیکورٹس کلکتہ و لاہور نے دفعہ ۴۰۹ م آرڈر ۲۳ قاعدہ ۳ کی تعبیر میں دیگر ہائیکورٹس کی رائے سے جو اختلاف فرمایا ہے وہ زیادہ تر اس عذر پر مبنی ہے کہ دفعہ ۴۸۹ ضابطہ دیوانی عظمت مدار م دفعہ ۴۳۹ ضابطہ دیوانی سرکار عالی مانع ہے کہ آرڈر ۲۳ قاعدہ ۵ (۳) م دفعہ ۴۰۹ کے تحت عمل کیا جائے لیکن خود ہائیکورٹ کلکتہ نے بمقدمہ اہل انڈیا رپورٹر

سنہ ۱۹۲۷ء ص ۷۸ یہ رائے ظاہر فرمائی ہے کہ اگر فریقین فیصلہ ثالثی کو تسلیم کریں تو اسپر عمل کیا جاسکتا ہے اور ہائیکورٹ لاہور نے بھی بمقدمہ مندرجہ لاہور لا جرنل جلد ۳ ص ۱۶۲ یہ رائے ظاہر فرمائی ہے کہ جب ایک فریق فیصلہ ثالثی سے منکر ہو تو اسپر عمل نہیں کیا جائیگا گویا ہر دو ہائیکورٹس کی رائے میں فریقین کی رضامندی سے ایسے فیصلہ پر عمل کیا جاسکتا ہے اور ایسا فیصلہ نا جائز نہیں قرار دیا جاسکتا۔ اس سے خود اُس اصول کی تردید ہوتی ہے جسکی بناء پر حکام عالیمقام جوڈیشل کمیٹی نے فیصلہ ثالثی کو نا جائز قرار دیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر فیصلہ ثالثی نا جائز ہے تو محض رضامندی فریقین کی وجہ سے نہ وہ جائز ہوگا اور نہ کسی عدالت کو اختیار سماعت حاصل ہوگا کہ اس کے بموجب ڈگری صادر کرے۔ ہائیکورٹ کلکتہ اور لاہور نے جس فیصلہ سے بمبئی جلد ۴۰ ص ۳۸۶ کی بناء پر دفعہ ۴۰۹ م آرڈر ۲۳ قاعدہ ۳ صورت پیش شدہ سے غیر متعلق قرار دی ہے وہ نظیر بذریعہ نظیر مندرجہ بمبئی جلد ۴۸ ص ۲۴۵ منسوخ ہوچکی ہے اور خود اُسی مقدمہ (بمبئی جلد ۴۰ ص ۳۸۶) برضامندی فریقین ضمیمہ دوم کے تحت فیصلہ ثالثی پر عمل کیا گیا ہے اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ فیصلہ ثالثی بلا توسط عدالت بدوران مقدمہ نا جائز نہیں ہے اور اگر کوئی شبہ ضابطہ کے متعلق کرنے میں ہو تو اُس کو رفع کرنے کے لئے ضابطہ دیوانی میں ضروری ترمیم کرنے کے لئے توجہ دلانا بیجا نہ ہوگا تاکہ اہل مقدمات کو اپنے معاملات کا تصفیہ اپنے منتخبہ عدالت کے ذریعہ کرانے کے حق سے محروم نہ رکھا جائے۔

لکشمن راؤ بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی وکیل

تفتیش کوتوالی

ضابطۂ فوجداری سرکار عالی میں مقدمات فوجداری کو بلحاظ جرائم دو حصوں میں منقسم کردیا گیا ہے ”جرم قابل دست اندازی“ اور ”جرم ناقابل دست اندازی“۔ جرم قابل دست اندازی سے مراد وہ جرم اور مقدمہ قابل دست اندازی سے وہ مقدمہ مراد ہے جس میں عہدہ دار کوتوالی کو ضمیمۂ اول یا کسی اور قانون کے بموجب بلا حکم نامہ گرفتاری کسی شخص کو گرفتار کرنے کا اختیار ہو ملاحظہ ہو دفعہ (۲) ضمن (ز) ضابطہ فوجداری سرکار عالی اور جرم ناقابل دست اندازی سے وہ مقدمات کہے جا سکتے ہیں جن میں عہدہ دار کوتوالی بلا اجازت عدالت مجاز تفتیش یا گرفتاری نہیں ہیں جرائم قابل دست اندازی میں پولیس کو کامل اختیارات دئے گئے ہیں کہ وہ ملزم کو گرفتار اور تفتیش اور چالان عدالت کریں جرم قابل دست اندازی کی اطلاع کوتوالی کو ہو تو اسپر لازم ہے کہ اطلاع دہندہ کا بیان قلمبند کرے اور اسپر اپنی دستخط کرکے روزنامچہ عام میں معہ اُسی شرح کے کہ کیا کارروائی کی گئی اندراج کرے۔ (دفعہ ۱۵۵ ضابطہ فوجداری) لیکن جرائم ناقابل دست اندازی کی اطلاع کی صورت میں صرف روزنامچہ عام میں اُس کا اندراج کرکے مستغیث کو حسب دفعہ ۱۵۶ ضابطہ فوجداری عدالت میں استغاثہ کرنے کی ہدایت کرنا کافی ہے مگر تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مقدمات ناقابل دست اندازی میں بھی پولیس متعلقہ بذریعہ مراسلہ عدالتہائے متعلقہ میں استجازت تفتیش و استغاثہ کی کارروائی پیش کرکے اجازت حاصل و کسی عہدہ دار کوتوالی کی جانب سے بحیثیت مستغیث استغاثہ دائر کیا کرتی ہے حالانکہ ضابطہ فوجداری میں کوئی دفعہ اس قسم کی اجازت استغاثہ یا تفتیش کی نہیں ہے۔ ضابطہ فوجداری سرکار عالی کی دفعہ ۱۵۷ ضمن اول میں نہایت ہی صراحت سے بتایا گیا ہے کہ کوئی عہدہ دار کوتوالی مجاز نہ ہوگا کہ کسی مقدمہ ناقابل دست اندازی میں بلا حکم نظامت ضلع یا ایسے ناظم فوجداری درجۂ اول یا درجۂ دوم کے جو اُس مقدمہ کی تجویز کرنے یا اُس کو تجویز کے لئے سپرد کرنیکا اختیار رکھتا ہو تفتیش کرے اور خاص حالات میں سرکار کو اختیار ہوگا کہ تفتیش کا حکم دے۔

اس دفعہ کا منشاء اس سے کسی طرح زیادہ نہیں ہوسکتا کہ مقدمات ناقابل دست اندازی میں اگر ناظم مجاز حکم دیں تو پولیس مجاز تفتیش ہے اور ضمن دوم میں اس کے اختیارات کو بتایا گیا ہے کہ وہ اسی طرح عمل میں لائے جو کوئی عہدہ دار کوتوالی کسی مقدمہ قابل دست اندازی میں عمل میں لاسکتا ہے لیکن وہ بلا حکمنامہ گرفتاری کسی شخص کو گرفتار نہ کرسکیگا" دفعہ مذکور باب ۱۳ تفتیش کوتوالی سے متعلق ہے اور دفعہ ہذا کی رو سے صرف یہی بتانا مقصود تھا کہ کوتوالی کے اختیارات مقدمات ناقابل دست اندازی میں بصورت حکم عدالت کیا ہیں۔ اس کا ہرگز ہرگز یہ منشاء متصور نہیں ہوسکتا کہ اس دفعہ کی رو سے عدالتوں کو کوئی اختیار اجازت تفتیش کوتوالی کو حکم دینے کا تھا۔ نظیر مندرجہ دکن لا رپورٹ جلد (۴) ص ۱۲۲ میں حکامان مجلس عالیہ عدالت ملک سرکار عالی نے مسئلہ زیر بحث پر کافی روشنی ڈالی ہے۔ جس کا خلاصہ درج ذیل کیا جاتا ہے

"دفعہ ۱۵۷ ضابطہ فوجداری تابع احکام دفعہ ۲۰۷ ضابطہ مذکور ہے اس کے ذریعہ سے ناظم فوجداری کو کوئی جدید اختیار دینا مقصود نہیں ہے بلکہ صرف پولیس کے اختیارات کو محدود کرنا مقصود ہے اور اس دفعہ کے فقرہ آخر میں حکمنامہ گرفتاری کا ذکر بھی اس غرض سے کیا گیا ہے دفعہ ۱۵۷ ضابطہ فوجداری سرکار عالی بجائے دفعہ ۱۵۹ ضابطہ سرکار عظمت مدار کے ہے لیکن ضمن (۳) ضابطہ سرکار عظمت مدار کا سرکار عالی میں ترک کردیا گیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مجسٹریٹ قبل قلمبندی اظہار مستغیث بھی کوئی حکم نسبت تفتیشی پولیس کے نہیں دے سکتا"۔

نظیر مندرجہ کے ملاحظہ سے روشن ہوگا کہ دفعہ ۱۵۷ ضابطہ فوجداری تابع دفعہ ۲۰۷ ضابطہ فوجداری کے ہے دفعہ ۲۰۷ ضابطہ فوجداری کی عبارت یہ ہے کہ "اگر کسی ناظم ضلع یا ناظم فوجداری درجۂ اول یا دوم کو کسی استغاثہ کی صداقت کی نسبت اطمینان نہ ہو تو وہ مجاز ہوگا کہ مستغیث کا اظہار لینے کے بعد اپنے وجوہ قلمبند کرکے اجرائے حکم نامہ کو ملتوی کرے اور خود تحقیقات میں مصروف ہو یا مقامی تفتیش بغرض دریافت صداقت استغاثہ اپنی کسی ماتحت عہدہ دار یا کسی عہدہ دار کوتوالی یا کسی اور شخص کے ذریعہ سے جو ناظم عدالت یا عہدہ دار کوتوالی

نہ ہو کرائے" اس دفعہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عدالت کے اختیارات متعلقہ تفتیش و تحقیقات کسقدر وسیع ہیں کہ وہ خود تحقیقات میں مصروف ہو سکتی ہے یا اپنے کسی عہدہ دار یا عہدہ دار کوتوالی کے ذریعہ تفتیش کرا سکتی ہے۔ لیکن عدالتوں کو بھی کوئی اختیار تحت دفعہ ہذا قبل ارجاع استغاثہ حاصل نہیں ہوتا کہ وہ تفتیش کا حکم دیں اور حکم تفتیش بعد ارجاع استغاثہ بھی صرف ایسی صورت میں دیا جا سکتا ہی کہ صحت واقعہ کی نسبت اطمینان نہ ہو۔ بصورت اطمینان صرف تحقیقات کا آغاز کرنا حسب دفعہ ۲۰۹ ضابطہ فوجداری لازمی ہے اس دفعہ کی رو سے حقوق ملزم محفوظ کر دئے گئے ہیں کہ وہ قبل اطمینان عدالت عدالت میں طلب نہ کیا جائے اور اس لئے حکم نامہ کی اجرائی کو ملتوی رکھنے کی تاکید کی گئی ہی اور کوئی عدالت بوجوہ مندرجہ دفعہ ہذا احکام تفتیش کوتوالی کے نام صادر کرے تو کوتوالی حسب دفعہ ۱۵۷ ضابطہ فوجداری مجاز تفتیش ہے اس وقت تک کہ کوتوالی کی مجرد تحریکات پر جو مراسلات کی صورت میں پیش ہوتے ہیں اجازت تفتیش کا صادر کرنا احکام ضابطہ کے منافی نظر آتا ہے اور کوئی دفعہ ضابطہ فوجداری میں اس نوعیت کی نہیں ہے کہ جس سے اس طرز کارروائی کی مناسبت ہو سکے۔

مقدمات ناقابل دست اندازی (جو بالعموم قابل اجرائی طلبنامہ ہوتے ہیں) کی تحقیقات استغاثہ کوتوالی پر کی جاتی ہے اور اگر وہ ناثابت قرار دئے جائیں تو حسب دفعہ ۲۵۰ ضابطہ فوجداری زر معاوضہ محض اسوجہ سے نہیں دلایا جاتا کہ وہ عہدہ دار کوتوالی کیجانب ہی دائر کیا گیا ہے حالانکہ ایسے استغاثہ کو عہدہ دار کوتوالی کے فرائض سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اگر عہدہ دار کوتوالی مجاز تفتیش و استغاثہ مقدمات ناقابل دست اندازی میں کئے جاتے تو یقیناً ضابطہ میں اس کی صراحت ہوتی اس قسم کا ایک استغاثہ عدالت بمبئی میں پیش ہوا تھا۔ جہاں مستغیث عہدہ دار کوتوالی تھے اور انہوں نے ملزم کے خلاف ایک مقدمہ ناقابل دست اندازی کا استغاثہ بحیثیت عہدہ دار کیا تھا جو ناثابت اور محض ایذا رسانی کے لئے کیا جانا قرار دیا گیا اور عدالت نے مستغیث سے زر معاوضہ دلایا۔ جس میں منجانب مستغیث یہ بحث کی گئی کہ عہدہ دار کوتوالی کیجانب سے استغاثہ فرائض منصبی کی انجام دہی میں دائر ہوا ہے اس لئے مستغیث سے زر معاوضہ

نہیں دلایا جاسکتا۔ معزز حکام ہائیکورٹ بمبئی نے قرار دیا کہ استغاثہ محض خانگی تھا عہدہ داران کوتوالی کو کوئی اختیار ضابطہ فوجداری کی رو سے ایسا نہیں ہے کہ وہ مقدمات ناقابل دست اندازی میں کوئی رپورٹ یا استغاثہ کریں۔ چنانچہ زر معاوضہ دلایا گیا ملاحظہ ہو انڈین لاء رپورٹ بمبئی جلد (۲۶) ص ۵۰۰ وص ۵۰۱۔ ان نظائر کے دیکھنے کے بعد شبہ پیدا ہوتا ہے کہ فی الحقیقت استغاثہ جات جو عہدہ داران کوتوالی کی جانب سے عدالتوں میں پیش ہوا کرتے ہیں وہ دفعہ (۱۹۵) ضابطہ فوجداری سرکار عالی کی ضمن (الف) میں داخل ہیں یا ضمن (ب) اس سے متعلق ہوسکتی ہے ضمن (ب) میں ایسے استغاثوں کو بھی ہائیکورٹ نے داخل نہیں کیا جو مقدمات ناقابل دست اندازی میں پیش ہوئے ہیں بلکہ اس سے ضمن (الف) ہی متعلق ہوتی ہے۔ اس صورت میں اس قسم کی اجازت تفتیش جو تحت دفعہ (۱۵۷) ضابطہ فوجداری عدالتوں سے حاصل کی جاتی ہے لائق غور ہو جاتی ہے۔

اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ایسے استغاثوں میں دفعہ ۲۱۹ ضابطہ فوجداری کی بھی بحث پیدا ہو جاتی ہے دفعہ مذکورہ کا منشاء یہ ہے کہ مقدمات قابل اجرائی طلبنامہ میں اگر مستغیث غیر حاضر ہو تو عدالت ملزم کو بری کرسکیگی جو استغاثہ جات مقدمات ناقابل دست اندازی میں پیش ہوتے ہیں۔ وہ ضرور قابل اجرائی طلبنامہ رہا کرتے ہیں۔ لیکن باوجود متعدد پیشیات پر مستغیث کی غیر حاضری کے خارج نہیں ہوتے اور نہ ملزم بری کیا جاتا ہے محض اس لئے کہ پیروکار سررشتہ حاضر ہے۔ حالانکہ دفعہ ۲۱۹ ضابطہ فوجداری میں نہ تو پیروکار کا ذکر ہے اور نہ پیروکار کی حاضری مستغیث کی حاضری سمجھی گئی ہے۔ بہر حال دفعات مندرجہ پر امید ہے کہ توجہ فرمائی جائیگی فقط

محمد علی الدین انصاری الندی وکیل گلبرگہ

از عالیجناب مولوی احمد شریف صاحب وکیل

نقشہ اقسام جائداد متعلق صیغہ عطیات مع مختصر حالات

نقشہ اقسام جائداد متعلق صیغہ عطیات

- ۱ جائداد غیر منقولہ
  - ۲ خارج جمع
    - ۴ وقف
    - ۵ مشابہ وقف
    - ۶ مختص بذات خاص
    - ۷ معاوضہ خدمات مذہبی
  - ۳ داخل جمع
    - ۸ تعہد
      - ۱۰ امانی
      - ۱۱ سربستہ
      - ۱۲ استمراری
        - ۱۴ بن مقطعہ
        - ۱۵ بالمقطعہ
        - ۱۶ پیشکش
      - ۱۳ پٹہ
    - ۹ حصۂ متنابہ

نقشہ کے توضیحات

مد نمبر ۲ - خارج جمع - درحقیقت اس قسم کی جملہ معاشیں عطائے خالص کی حیثیت رکھتی ہیں

مد نمبر ۳ - داخل جمع - دراصل یہ انتظام مالگزاری کے اشکال ہیں -

مد نمبر ۴ - وقف - الف - جب مالک جائداد کسی جائداد کو کسی غرض خاص کے لئے وقف کردیتا ہے تو وہ جائداد اسکی ملکیت سے خارج ہوجاتی ہے اور کسی دوسرے کی بھی ملک نہیں ہوجاتی بلکہ وہ خدا کی ملک اور اغراض وقف کے لئے ہمیشہ قائم رہتی ہے جس کی مثالیں یہ ہیں -

الف - برائے مسجد یا خانقاہ -

ب۔ برائے درگاہ یا مٹھ یا دیول ۔
ج۔ برائے فقراء ۔
د۔ برائے عود و گل ۔
ﮦ۔ برائے وارد و صادر ۔

ب۔ ایسی معاشوں میں درحقیقت توریث نہیں ہوتی بلکہ ایک متولی کی وفات پر دوسرا متولی نامزد کیا جاتا ہے جس کو غلطی سے منظوری وراثت کہتے ہیں ۔

ج۔ یہ اصول کہ معاشدار کی وفات پر معاش معطی پر عود کر جاتی ہے اور اسیا ً فاً وارث پر بحال فرمائی جاتی ہے موقوفہ جائداد سے متعلق نہیں ہو سکتا ۔

د۔ اگر خاندان متولی میں کوئی شخص باقی نہ رہے تو بھی جائداد موقوفہ داخل سرکار نہیں ہو جاتی بلکہ بجائے دوسرا شخص اغراض وقف کی تکمیل کے لئے مقرر فرمایا جاتا ہے ۔

ﮦ۔ اس میں وہ معاشیں بھی داخل ہیں جو متولی وقف کے مد خرچ کے لئے مقرر فرمائی جاتی ہیں ۔

مد نمبر ۵۔ مشابہ وقف ۔ الف ۔ یہ وہ عطیات ہیں جنکی اسناد میں نہ صرف معطی لہ کا نام مندرج ہوتا ہے بلکہ سلسلہ ورثاء آئندہ بھی بالفاظ نسلاً بعد نسلٍ یا اولاد و احفاد وغیرہ محکوم ہوتا ہے ۔

ب۔ عطیات میں بالعموم محکومات سند کی پابندی التزاماً کی جاتی ہے ۔ اس لئے ورثہ محکومہ سند کے باقی رہنے تک اس قسم کی معاشیں وقف کی طرح قائم رکھی جاتی ہیں ۔

ج۔ ایسے عطاؤں کی اسناد میں عطاء کو لفظ جاگیر سے ملقب نہیں کیا جاتا بلکہ لفظ انعام سے موسوم کیا جاتا ہے اس لئے کہ اس قسم کی تمام عطائیں تملیکاً ہوتی ہیں ۔ اور وفات معطی لہ کے بعد تا بقائے سلسلہ ورثاء، انعام مذکور سرکار پر عود نہیں کرتا اور نہ ورثۂ آئندہ کے حق میں اس کی بحالی استیناف عطاء کی تاثیر رکھتی ہے ۔

د۔ انعام کے اقسام میں ایک ممتاز عطاء انعام التمغا کی ہے جس پر حق مالکانہ سرکار قائم نہیں ہو سکتا جیسا کہ سرکار عالی نے مرتضیٰ نگر و مصطفیٰ نگر وغیرہ سرکار عظمت مدار کو عطا کر دیا ہے ۔

ھ - اس میں وہ خارج جمع انعامات بھی داخل ہیں جو سادات کرام وغیرہ کو تملیکاً دیئے جاتی ہیں۔

مد نمبر ۲ - مختص بذاتِ خاص - الف - اس قسم میں جاگیرات ذات و جاگیر نگہداشت جمعیت داخل ہیں - اور اسناد میں تن شدہ یا تنخواہ گشتہ کے الفاظ ہوتے ہیں -

ب - جاگیر ذات کی ابتدائی اسناد بالعموم شخص واحد کے نام جاری ہوئی ہیں - اور وفات جاگیر دار کے بعد ایک سے زائد ورثہ کے نام سند مجدد دی گئی ہے -

ج - جاگیر نگہداشت جمعیت خواہ اس کی سند ابتدائی ہو یا وفات قابض کے بعد اس کے وارث کے نام سند کی تجدید ہوئی ہو - ہر حالت میں شخص واحد کے نام جاری ہوئی ہے - ایسے اسناد میں اولاد و احفاد وغیرہ الفاظ جو بمعنی دوام و استمرار کے ہوں درج نہیں ہوتے -

د - بیشمار اسناد سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جاگیر دار کے حین حیات اس کے حقوق جاگیر کی سند مجدداً دوسرے شخص کے نام جاری ہوئی ہے گویا کہ ایسی جاگیرات میں جو بحالی وارث یا غیر وارث کے نام ہوئی ہے وہ عطائے جدید ہوتی ہے -

ھ - نواب سالار جنگ مرحوم اول کو اپنے اور دیگر جاگیر داران ذات و نگہداشت کی استقلال حقوق کا خیال پیدا ہوا تو انھوں نے اولاً صاحب عالیشان بہادر کو بذریعہ نشان (۲۲۰۸) مورخہ ۲۹ رمضان ۱۲۸۹ھ ان کے اس استفسار کے جواب میں کہ علاقہ اعلیٰ برار میں بعض جاگیر داروں کے اسناد میں سلسلۂ وراثت آئندہ محکوم نہیں ہے اور کیا ان کی وفات کے بعد جاگیر شریک خالصہ کرلیجائے گی - یہ لکھا کہ جاگیرات ذات و نگہداشت جمعیت میں اگرچہ الفاظ نسلاً بعد نسلٍ مندرج نہ ہوں تاہم سرکار عالی کا اکثر رواج یہ رہا ہے کہ جاگیرات مذکور ورثہ پر بحال رکھی جاتی ہیں اور اگر وارث نہ ہوں تو ضبط کرلیجاتی ہیں -

اس کے بعد ۱۲۹۲ھ میں سالار جنگ مرحوم اول نے دستور العمل انعام منظور

فرمایا تو اُس کے دفعہ ۱۲ میں یہ قاعدہ مقرر کیا کہ اسم جاگیر ذات وارث قریب وبعید پر بحال رکھی جائیگی - اور ہر ایک سے بلحاظ مدارج قرابت حق مالکانہ سرکار لیا جائیگا -

مد نمبر ۷ - معاوضہ خدمات مذہبی - یہ معاشیں قاضی - مفتی - محتسب - جوتشی وغیرہ کو عطا کیجاتی ہیں جب ایسی معاشیں وراثتہً بحال فرمائی جاتی ہیں تو وہ عطائے جدید کی حیثیت رکھتی ہیں - اس مد میں وہ معاشیں بھی داخل ہیں جو متصدی خدمت کی مدد خرچ کے لئے دی گئی ہیں

مد نمبر ۸ - تعہد - تعہدات کا اصولی قاعدہ یہ ہے کہ اس کے حقوق میعادی یا حین حیاتی ہوتے ہیں - اگر شرائط معاہدہ میں حقوق استمراری ہوں تو اس سے دوامی اور قابل توریث حقوق قائم ہوجاتے ہیں -

مد نمبر ۹ - حصۂ متناسبہ - الف - مختار الملک مرحوم اول کے اوائل عہد وزارت تک پیداوار کا حصۂ متناسبہ مثلاً نصف یا ربع یا جو کچھ قرار داد باہمی کی رو سے معین ہولیا جاتا تھا - جب پیداوار کے حصۂ متناسبہ کے معاوضہ میں نقدی کا قاعدہ جاری ہوا تو حصۂ متناسبہ کی رقم نقد لی جاتی ہے یعنی ناظم جمعبندی سالانہ جمعبندی کرتا اور حصۂ متناسبہ کے لحاظ سے محاصل نقد لے لیتا ہے -

ب - بعض معاشوں میں سالانہ جمعبندی کے ذریعہ سے حصۂ متناسبہ کے تعین کو تکلیف دہ خیال کر کے ایک یا چند سال کی تشخیص کے مطابق حصۂ سرکاری کی مقدار دوام کے لئے معین کر دی گئی ہے لہذا وہ معاشیں مد ۱۴ کے تحت میں داخل ہو جاتی ہیں -

ج - وہ معاش بھی جو اُملی سے موسوم ہے اور جس میں سالانہ جمعبندی کے بعد دو ثلث حصۂ مالگزاری سرکار میں داخل ہوتا اور ایک ثلث اُملی دار کو دیا جاتا ہے وہ اسی مد ۹ میں شامل ہو جاتی ہے -

مد نمبر ۱۰ - اُملی - نواب مختار الملک مرحوم اول کے قبل تک اُملی تعہدات کا رواج

زیادہ تھا ایسے منتظمین امانیدار یا تعلقدار کہلاتے تھے ان تعلقداروں کے تفویض زیادہ تر پرگنات خالصہ اور بعض محالات پائگاہ (وہ پیشکش گزار علاقے جو نادہندگی کی وجہ سے نگرانی سرکار میں لے لئے جاتے تھے یا وہ جاگیرات جو عارضی انتظام سرکاری میں رہتی تھیں) - لئے جاتے تھے - ان تعلقداروں کو کوئی مستقل تنخواہ مقرر نہیں ہوتی تھی بلکہ ان کے ساتھ یہ تعہد ہوتا تھا - کہ اگر سہ بندی یعنے وصول مالگزاری کا عملہ خود امانیدار اپنے صرفہ سے مقرر کر لیتا تھا تو اس کو وصول مالگزاری پر فی روپیہ ۲ر کمیشن ملتا تھا اگر عملہ منجانب سرکار دیا جاتا تو تعلقدار کو وصول شدہ رقم پر فی روپیہ ۱ر دیئے جاتے تھے -

ملک برار بھی ابتداءً سرکار عظمت مدار کے تفویض بطریق امانی کیا گیا جو بعد میں تعہد استمراری ہوگیا -

مد نمبر ۱۱ - **سربستہ** - بطریق سربستہ جن علاقہ جات کا تعہد دیا جاتا تھا اسکی سالانہ رقم اور تعہد کی میعاد دونوں مقرر و معین ہوتی تھیں ضلع بندی کے وقت سے مختار الملک مرحوم نے اس طریقہ کو بالکل مسدود کر دیا -

مد نمبر ۱۲ - **استمراری** - مالگزاری کا یہ ایک دوامی انتظام ہے - ایسے قابضین سے دواماً ایک معین رقم سرکار لیتی ہے اور اس کے اندرونی انتظام میں منجانب سرکار کوئی مداخلت نہیں ہوتی تھی -

مد نمبر ۱۳ - **پٹہ داری** - یہ رعیت داری انتظام بندوبست کی ایک عام صورت ہے جس میں مالگزاری کا تعین دوامی نہیں ہوتا - بلکہ اس کی تشخیص و تعین ہر میعاد بندوبست کے لئے کیجاتی ہے اور حقوق قبضہ بشرط ادائی مالگزاری دوامی و قابل توریث اور لائق انتقال ہوتے ہیں - اس کی وراثت کا تعلق صیغہ مال سے رکھا گیا ہے اور اسکی سالانہ جمعبندی منجانب سرکار ہوتی ہے -

مد نمبر ۱۴ - **پن مقطعہ** - یہ مد (۱۲) کی ایک قسم ہے جس کی مالگزاری موضع واری مقرر اور سالانہ داخل سرکار ہوتی ہے اس کی وہی نوعیت ہے جو سرکار عظمت مدار میں پرنٹھا

سٹلمنٹ کی ہوتی ہے۔

مد نمبر ۱۵۔ بالمقطعہ۔ بالمقطعہ زمینداری کی نوعیت سرکار عظمت مدار کے پرمننٹ سٹلمنٹ کے مماثل ہے جس میں جملہ مواضعات کے لئے ایک رقم معین ہوا کرتی ہے

مد نمبر ۱۶۔ پیشکش گزار اسٹیٹ۔ متقدمین کی اصطلاح میں پیشکش اس رقم کو کہتے تھے جو اعلیٰ حکومت اپنے ماتحت رؤساء سے سالانہ لیتی تھی۔ لیکن متاخرین کے عہد میں پیشکش کا وہ ابتدائی تصور قائم نہیں رہا اور اس کا اطلاق اُن تمام مطالبات پر جو سرکار کی جانب سے زمینداروں اور ماتحت علاقوں پر قائم کیا جاتا ہے ہوتا ہے چنانچہ اب رقم نذرانہ اور رقم بالمقطعہ یا حصۂ سرکار کو بھی پیشکش کہہ سکتے ہیں۔ بہر حال یہ تمام اقسام زر مالگزاری کے جزو ہیں۔ تاریخ سے اچھی طرح ثابت ہوتا ہے کہ شاہان گولکنڈہ و بیجاپور جو سالانہ رقم شہنشاہ دہلی کو دیتے تھے وہ پیشکش کہلاتی تھی اسی طرح جو سالانہ رقوم نواب کرناٹک و راجہ میسور و راجہ شوراپور سرکار نظام کو ادا کرتے تھے وہ بھی پیشکش سے موسوم ہوتی تھیں۔

نوٹ:۔

(۱) سرکار نے مدات ۹ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ کی صرف وراثت و انتقالات کو بذریعہ صیغۂ عطیات محتاج منظوری سرکار رکھا ہے۔

(۲) مد ۳ اور اس کی ذیلی تمام مدات میں حقوق توریث کے اصول خارج جمع جائدادوں کے مطابق محدود نہیں ہیں۔ بلکہ رواج خاندانی اور احکام مذہبی کی پابندی اسی طرح ہوگی جیسا کہ خانگی جائدادوں میں ہوتی ہے۔